بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ

نضر الله امرءًا سمع منا حديثًا فحفظه حتى يبلغه

ذوالقعدہ ۱۴۳۵ھ
ستمبر 2014ء

بانی

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

سجدہ تلاوت اور ممنوعہ اوقات

"جزاک اللہ خیرا" کہنا مشروع ہے

جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی

غلام رسول سعیدی بریلوی کے صحیح بخاری پر بعض اعتراضات کے جوابات

مکتبۃ الحدیث
حضرو، اٹک : پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

121

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ

نَضَّرَ اللّٰہُ امرءًا سمع منا حدیثًا فحفظہ حتی یبلغہ

ماہنامہ اشاعۃ الحدیث

حضرو

جلد: 11 | ذوالقعدہ ۱۴۳۵ھ ستمبر ۲۰۱۴ء | شمارہ: 9

قیمت

فی شمارہ : 30 روپے

سالانہ : 500 روپے

مع محصول ڈاک پاکستان

خط کتابت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

ناشر: حافظ شیر محمد الاثری

0300-5288783

اس شمارے میں

مقامِ اشاعت: مکتبۃ الحدیث حضرو - ضلع اٹک

حافظ ندیم ظہیر

تفسیر سورۂ مائدہ (آیت:۷)

﴿ وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ ﴾

اورتم اللہ کی نعمت کو یاد کرو جوتم پر ہوئی اور اس کا وہ عہد جو اس نے تم سے معاہدہ کیا، جب تم نے کہا: ہم نے سنا اور ہم نے مان لیا اور اللہ سے ڈرو، بلاشبہ اللہ سینوں کی بات کو خوب جاننے والا ہے۔'' (۵/ المائدۃ: ۷)

فقہ القرآن:

ا: بعض کے نزدیک اس آیت میں نعمت سے مراد اسلام ہے۔

(الوسیط للواحدی: ۲/ ۱٦٤)

اور بعض کے نزدیک اس سے اللہ تعالیٰ کی انسان پر جمیع نعمتیں مراد ہیں۔

(تفسیر بغوی ۲/ ۱۸)

۲: میثاق: وثوق سے ہے، یعنی پختہ عہد اور اس سلسلے میں کئی اقوال ہیں، جیسا کہ حافظ ابن الجوزی نے زاد المسیر (۲/۳۰٦) میں وضاحت کی ہے۔

امام طبری رحمہ اللہ نے فرمایا: (اس بارے میں) سب سے بہترین قول یہ ہے کہ صلبِ آدم علیہ السلام سے نکال کر بنو آدم سے عہد لیا گیا۔ (تفسیر طبری: ٤/ ٤١٤)

یعنی اسے ﴿ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ﴾ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ پھر سب نے اقرار کیا کہ ہم اس پر گواہ ہیں، والا عہد یاد دلایا جا رہا ہے۔ (دیکھئے سورۃ الاعراف آیت:۱۷۲)

اسی طرح دورِ نبوت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول درج ذیل الفاظ کے ساتھ بیعت (عہد) کرتے تھے:

سیّدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی

کہ ہم تنگی اور آسانی میں، خوشی اور طبعی ناگواری میں اور اس وقت بھی جب (کسی کو) ہم پر ترجیح دی جائے (ہر حال میں) امیر کی بات سنیں گے اور اس کی تعمیل بھی کریں گے اور یہ کہ ہم حکومت کے معاملات میں حکمرانوں سے نہیں الجھیں گے۔ ہم جہاں بھی ہوئے حق و انصاف کی بات کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

(صحیح بخاری: ٧٠٥٦، صحیح مسلم: ١٨٤٠، سنن ابن ماجه: ٢٨٦٦ واللفظ له)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس عہد و بیعت کو (مطابقتِ آیت میں) زیادہ ظاہر قرار دیا ہے۔(تفسیر ابن کثیر ٥/ ١٢٧)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾

''اور تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے، جبکہ رسول تمھیں دعوت دے رہا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ اور یقیناً وہ تم سے پختہ عہد لے چکا ہے، اگر تم ایمان والے ہو۔''

(الحدید : ٥٧/ ٨)

٣: ﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾ یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس سے کیے ہوئے عہد کو بدلنے اور میثاق کو توڑنے سے بچو یا جو تم نے ﴿سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا﴾ کا اقرار کیا ہے، اس کی مخالفت سے باز رہو، کیونکہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے اس عہد کو یاد رکھتے ہیں اور یہ عہد ہر وقت انہیں ذہن نشین رہتا ہے اور جس چیز کا انہیں حکم دیا گیا ہے اسے کامل طریقے سے ادا کرنے کے حریص ہیں اور بلا شبہ اللہ تعالیٰ سینوں کے راز سے خوب آگاہ ہے اور اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

تحقیق وتخریج: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

اضواء المصابیح

فقہ الحدیث

۴۸۰: وَعَنْ أَبِي زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهٗ لَيْلَةَ الْجِنِّ: ((**مَا فِيْ إِدَاوَتِكَ؟**)) قَالَ: قُلْتُ: نَبِيْذٌ، قَالَ: ((**تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَّمَآءٌ طُهُوْرٌ**)) رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ، وَزَادَ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ: فَتَوَضَّأَ مِنْهُ، وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: أَبُوْزَيْدٍ مَجْهُوْلٌ.

ابوزید، عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ لیلۃ الجن کے موقع پر نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: ”تمھارے برتن میں کیا ہے؟“ انھوں نے کہا: میں نے عرض کیا: نبیذ ہے۔ آپ نے فرمایا: ”کھجور پاک ہے اور پانی پاک کرنے والا ہے۔“

اسے ابوداود (۸۴) نے روایت کیا اور احمد (۱/ ۴۵۰ ح ۴۳۰۱) و ترمذی (۸۸) نے یہ اضافہ کیا: پھر اس میں سے وضو کیا، اور ترمذی نے کہا: ”ابوزید مجہول ہے۔“

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

ابوزید مجہول راوی ہے، جیسا کہ امام ترمذی وغیرہ نے فرمایا، نیز اسے ابن ماجہ (۳۸۴) نے بھی روایت کیا ہے۔

۴۸۱: وَصَحَّ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: لَمْ أَكُنْ لَيْلَةَ الْجِنِّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اور علقمہ صحیح سند سے عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: میں لیلۃ الجن کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہیں تھا۔ اسے مسلم (۱۵۲/ ۴۵۰) نے روایت کیا ہے۔

۴۸۲: وَعَنْ كَبْشَةَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ۔ وَكَانَتْ تَحْتَ ابْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ۔ أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ دَخَلَ عَلَيْهَا، فَسَكَبَتْ لَهٗ وَضُوْءًا، فَجَاءَتْ هِرَّةٌ تَشْرَبُ مِنْهُ، فَأَصْغٰى لَهَا الْإِنَاءَ حَتّٰى شَرِبَتْ، قَالَتْ كَبْشَةُ: فَرَاٰنِيْ أَنْظُرُ إِلَيْهِ، فَقَالَ:

اَتَعْجَبِيْنَ يَا ابْنَةَ اَخِيْ؟ قَالَتْ: فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ، اِنَّهَا مِنَ الطَّوَّافِيْنَ عَلَيْكُمْ اَوِ الطَّوَّافَاتِ)). رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَه وَالدَّارِمِيُّ.

کبشہ بنت کعب بن مالک جو ابوقتادہ کے بیٹے کے نکاح میں تھیں، بیان کرتی ہیں کہ ابوقتادہ ان کے پاس تشریف لائے تو اس (کبشہ) نے ان کے وضو کے لیے برتن میں پانی ڈالا۔ اتنے میں ایک بلی آ کر اس میں سے پینے لگی۔ انھوں (ابوقتادہ رضی اللہ عنہ) نے اس کے لیے برتن جھکا دیا حتیٰ کہ اس نے پانی پی لیا۔ کبشہ نے کہا: انھوں نے مجھے دیکھا کہ میں ان کی طرف دیکھ رہی ہوں۔ (ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے) فرمایا: اے بھتیجی! کیا تو تعجب کر رہی ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ انھوں نے کہا: بلا شبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ نجس نہیں، کیونکہ وہ تمھارے پاس (ہمہ وقت غلاموں یا لونڈیوں کی طرح گھروں میں) چکر لگاتی رہتی ہے۔''

اسے مالک (الموطأ ۱/۲۲، ۲۳ ح ۴۱) احمد (۵/۳۰۳ ح ۲۲۹۵۰) ترمذی (۹۲ وقال: ''حسن صحیح'') ابوداود (۷۵) نسائی (۱/۵۵ ح ۶۸، ۳۴۱) ابن ماجہ (۳۶۷) اور دارمی (۱/۱۸۶ ح ۷۳۶) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند صحیح ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: عام طور پر بلی کے جوٹھے کے پاک ہونے پر اسی حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے، لیکن صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس برتن میں بلی منہ ڈال دے تو اسے ایک یا دو مرتبہ دھونا چاہیے۔'' (سنن الدارقطني ۱/ ٦٤، ٦٧ وسنده صحيح و صححه الحاكم ۱/ ۱٦۰، ووافقه الذهبي)

ان دونوں حدیثوں میں تطبیق اس طرح ممکن ہے:

☆ اگر بلی کے منہ پر نجاست لگی ہو اور وہ برتن میں منہ ڈال دے، تب اسے ایک یا دو مرتبہ دھونا ضروری ہے اور اس صورت میں بلی کا جوٹھا مطلقاً پاک نہیں ہوگا۔

☆ اگر بلی کے منہ پر نجاست نہ لگی ہو تو پھر (پانی وغیرہ) مطلقاً پاک ہوگا، جیسا کہ درج بالا حدیث سے واضح ہے۔

☆ اگر یہ تمیز نہ ہو سکے کہ نجاست لگی ہے یا نہیں تو اس کے جوٹھے سے بچنا ہی بہتر ہے۔ واللہ اعلم

۴۸۳: وَعَنْ دَاوُدَ بْنِ صَالِحِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ أُمِّهِ، أَنَّ مَوْلَاتَهَا أَرْسَلَتْهَا بِهَرِيْسَةٍ إِلٰى عَائِشَةَ قَالَتْ: فَوَجَدْتُهَا تُصَلِّيْ، فَأَشَارَتْ إِلَيَّ: أَنْ ضَعِيْهَا، فَجَاءَ تْ هِرَّةٌ، فَأَكَلَتْ مِنْهَا فَلَمَّا انْصَرَفَتْ عَائِشَةُ مِنْ صَلَاتِهَا، أَكَلَتْ مِنْ حَيْثُ أَكَلَتِ الْهِرَّةُ، فَقَالَتْ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((**إِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ، إِنَّهَا مِنَ الطَّوَّافِيْنَ عَلَيْكُمْ**)) وَإِنِّيْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ بِفَضْلِهَا. رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ.

داود بن صالح بن دینار اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کو آزاد کرنے والی (مالکہ) نے انھیں (ام داود کو) سیدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے ہاں ہریسہ دے کر بھیجا۔ انھوں نے کہا: میں نے ان کو نماز ادا کرتے ہوئے پایا۔ انھوں (عائشہ رضی اللہ عنہا) نے مجھے اشارے سے کہا کہ (ہریسہ) رکھ دے۔ اچانک ایک بلی آئی اور اس میں سے کچھ کھا گئی۔ جب عائشہ (رضی اللہ عنہا نماز سے) فارغ ہوئیں تو انھوں نے وہیں سے کھانا شروع کر دیا جہاں سے بلی نے کھایا تھا۔ انھوں نے کہا: بلا شبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ نجس نہیں ہے، یہ تو تمھارے گرد گھومنے والے (جانوروں) میں سے ہے۔'' میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اس کے جوٹھے پانی سے وضو کر لیتے تھے۔ اسے ابوداود (۷۶) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

ام داود بن صالح کو کسی نے ثقہ قرار نہیں دیا، یعنی وہ مجہولہ ہے۔

تنبیہ: حدیث کے آخری الفاظ: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اس (بلی) کے جوٹھے پانی سے وضو کر لیتے تھے۔'' منکر ہیں، لہٰذا حدیث سابق (۴۸۲) اس کا شاہد

نہیں بن سکتی۔

٤٨٤: وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنَتَوَضَّأُ بِمَا اَفْضَلَتِ الْحُمُرُ، قَالَ: ((**نَعَمْ، وَبِمَا اَفْضَلَتِ السِّبَاعُ كُلُّهَا**)). رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ.

جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا: ہم گدھے کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرلیا کریں؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں، اسی طرح تمام درندوں کے بچے ہوئے پانی سے بھی۔“ اسے شرح السنۃ (٢/ ٧١ ح ٢٨٧) میں روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

حصین (والدِ داود) ضعیف ہے، نیز ابراہیم بن اسماعیل بن أبی حبیبہ الأشہلی مشہور ضعیف راوی ہے۔

٤٨٥: وَعَنْ اُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ: اِغْتَسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هُوَ وَمَيْمُوْنَةُ فِي قَصْعَةٍ فِيْهَا اَثَرُ الْعَجِيْنِ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَه.

ام ہانی (رضی اللہ عنہا) بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور میمونہ (رضی اللہ عنہا) نے ایک ایسے برتن (کے پانی) سے غسل کیا جس میں آٹے کا اثر تھا۔ اسے نسائی (١/ ١٣١ ح ٢٤١) اور ابن ماجہ (٣٧٨) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

یہ ابن ابی نجیح مدلس کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

تنبیہ: اس مفہوم کی حسن حدیث کے لیے دیکھئے سنن النسائی (٤١٥) اور یہ معلوم ہے کہ پاک چیز کے ذریعے سے پانی میں اگر تغیر آجائے تو پانی پاک ہی رہے گا۔ اس پر اجماع ہے کہ گدلے پانی سے، جس میں نجاست نہ گری ہو وضو کرنا جائز ہے۔ (کتاب الاجماع لابن المنذر: ١٠)

الفصل الثالث

٤٨٦: عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ: اِنَّ عُمَرَ خَرَجَ فِي رَكْبٍ فِيْهِمْ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ حَتّٰى وَرَدُوْا حَوْضًا، فَقَالَ عَمْرٌو: يَا صَاحِبَ الْحَوْضِ!

هَلْ تَرِدُ حَوْضَكَ السِّبَاعُ؟ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: يَاصَاحِبَ الْحَوْضِ! لَا تُخْبِرْنَا، فَإِنَّا نَرِدُ عَلَى السِّبَاعِ وَ تَرِدُ عَلَيْنَا. رَوَاهُ مَالِكٌ.

یحییٰ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ عمر (رضی اللہ عنہ) کچھ سواروں کے ساتھ نکلے جن میں عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) بھی تھے حتیٰ کہ وہ ایک حوض پر پہنچے۔ عمرو (ابن العاص رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اے حوض والے! کیا تیرے حوض پر درندے آتے ہیں؟ تو عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اے حوض والے! ہمیں (اس بارے میں) نہ بتانا، کیونکہ ہم درندوں پر وارد ہوں گے اور درندے ہم پر وارد ہوں گے (یعنی کبھی ہم پہلے پینے آجاتے ہیں تو کبھی وہ) اسے مالک (الموطأ ۱/۲۳، ۲۴ ح ۴۲) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب کے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سماع میں نظر ہے، یعنی یہ انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۴۸۷: وَزَادَ رَزِيْنٌ، قَالَ: زَادَ بَعْضُ الرُّوَاةِ فِي قَوْلِ عُمَرَ: وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((**لَهَا مَا أَخَذَتْ فِي بُطُوْنِهَا، وَمَا بَقِيَ فَهُوَ لَنَا طُهُوْرٌ وَشَرَابٌ**)).

اور رزین نے (یہ) زائد روایت کیا، انھوں نے کہا: بعض راویوں نے عمر (رضی اللہ عنہ) کے قول میں یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: ''ان (درندوں) کے لیے وہ ہے جو ان کے پیٹوں میں چلا گیا اور جو باقی ماندہ ہے، وہ ہمارے لیے پاک اور پینے کے قابل ہے۔''

تحقیق الحدیث: اس کی کوئی اصل نہیں۔

اس روایت کی تخریج بھی نہیں مل سکی۔ واللہ اعلم

۴۸۸: وَعَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ الْحِيَاضِ الَّتِي بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ تَرِدُهَا السِّبَاعُ وَالْكِلَابُ وَالْحُمُرُ

عَنِ الطُّهْرِ مِنْهَا ، فَقَالَ: ((**لَهَا مَا حَمَلَتْ فِيْ بُطُوْنِهَا، وَلَنَا مَا غَبَرَ طُهُوْرٌ**)). رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه .

ابوسعید الخدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان تالابوں (حوضوں) کے بارے میں پوچھا گیا جو مکہ اور مدینے کے درمیان (راستے میں واقع) ہیں، جہاں سے درندے، کتے اور گدھے پانی پیتے رہتے ہیں، کیا ان سے طہارت حاصل ہوسکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ان (جانوروں) کے لیے وہ ہے جو ان کے پیٹوں نے اٹھالیا، یعنی پی لیا اور جو پانی باقی بچ گیا وہ ہمارے لیے پاک ہے۔'' اسے ابن ماجہ (۵۱۹) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم سخت ضعیف ہے، اس نے اپنے باپ سے موضوع احادیث بیان کی ہیں۔

۴۸۹: وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: لَا تَغْتَسِلُوْا بِالْمَآءِ الْمُشَمَّسِ ، فَإِنَّهُ يُوْرِثُ الْبَرَصَ.رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ .

عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: دھوپ کی وجہ سے گرم ہونے والے پانی سے غسل نہ کرو، کیونکہ وہ برص (پھلبہری کی بیماری) کا باعث ہے۔ اسے دار قطنی (۱/ ۳۹ ح ۸۵) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

حسان بن ازہر مجہول الحال ہے۔ نیز اسے بیہقی (السنن الکبریٰ ۱/ ۶) نے بھی روایت کیا ہے۔

محترم ومکرم مفتی صاحب (رحمہ اللہ) امید ہے کہ آپ سب احباب اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے خیر و عافیت سے ہوں گے۔آپ کی خدمت میں پھر کچھ دینی سوالات پیش کرنے کی جرأت کررہا ہوں تاکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں اُن کے جوابات آپ سے حاصل کرسکوں۔

سوال یہاں مدراس کے علاقے سے یہ بات آئی ہے کہ جہری نمازوں کی جماعت میں مقتدیوں کوسورۂ فاتحہ سننا چاہیے، (مقتدی کو) انفرادی طور پر پڑھنا ضروری نہیں۔ یہ قول کہاں تک صحیح ہے؟ (سائل عبدالرحمٰن یعقوب آٹیہ، میانمار، برما)

الجواب آپ کے سوالات کے مختصر اور جامع جوابات درج ذیل ہیں:

جہری نمازوں میں مقتدی پر سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب (یعنی فرض) ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جہری نماز کے مقتدیوں کو فرمایا:

((لا تفعلوا إلا بأم القرآن فإنه لا صلوٰة لمن يقرأ بها .))

تم سوائے سورۂ فاتحہ کے اور کچھ بھی نہ پڑھو، کیونکہ بے شک جو شخص سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (كتاب القرأت للبيهقي ص ٦٤ ح ١٢١ ، وقال البيهقي: و هذا إسناد صحيح و رواته ثقات)

اس حدیث کا راوی نافع بن محمود، جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ ہے، لہٰذا بعض علماء کا اسے مجہول یا مستور کہنا غلط و مردود ہے۔ دیکھئے میری کتاب ''الکواکب الدریہ فی وجوب الفاتحہ خلف الامام فی الجہریہ'' فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ پر مزید تفصیل کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ مفید ہے: (۱) جزء القرأت للبخاری (۲) کتاب القرأت للبیہقی (۳) تحقیق الکلام (از عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری)

سوال کہتے ہیں ابن خزیمۃ کی کتاب میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی گئی ہے کہ کسی کو جماعت کی نماز میں رکوع مل جانے سے اُسے رکعت ملنا شمار کیا جائے گا تو اس بارے میں حقیقت کیا ہے؟ باوجود قیام نہ ملنے اور سورۂ فاتحہ نہ پڑھ سکنے کے رکعت شمار کی جائے گی؟

الجواب یہ روایت صحیح ابن خزیمہ (ج ۳ص ۵۸ ح ۱۶۲۲) میں یحییٰ بن ابی سلیمان عن زید بن ابی العتاب وابن المقبری عن ابی ہریرۃ کی سند سے موجود ہے۔ امام ابن خزیمہ فرماتے ہیں: " فی القلب من هذا الإسناد فإني كنت لا أعرف يحيى بن أبي سليمان بعدالة ولا جرح " اس سند سے دل میں (ایک کھٹک) ہے کیونکہ میں یحییٰ بن ابی سلیمان کو جرح یا تعدیل کے ساتھ نہیں پہچانتا۔

صحیح ابن خزیمہ کے علاوہ یہ روایت سنن ابی داود (۸۹۳) سنن دارقطنی، سنن بیہقی اور مستدرک الحاکم (ج ۱ص ۲۱۶، ۲۷۳، ۲۷۴ وصححہ ووافقہ الذہبی وخالفہ مرۃ اخریٰ) میں بھی یحییٰ بن ابی سلیمان کی سند سے موجود ہے۔

راقم الحروف نے ابوداود شریف کے حاشیہ "نیل المقصود فی التعلیق علی سنن ابی داود" (ج ۱ص ۲۸۸، قلمی) میں یہ ثابت کیا ہے کہ یحییٰ مذکور، جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ امام بخاری نے اسے " منكر الحديث" کہا ہے۔

(جزء القرأت للبخاري ص ۵۷ ح ۱۵۷)

جو کہ شدید جرح ہے۔ یحییٰ بن ابی سلیمان کی حدیث کے جتنے شواہد ہیں سب بلحاظِ سند ضعیف ہیں۔ شیخ ناصر الدین البانی نے "مسائل احمد واسحاق" لاسحاق بن منصور المروزی سے ایک شاہد ذکر کرکے " وهذا إسناد صحيح رجاله ثقات رجال الشيخين " قرار دیا ہے۔ (سلسلة الاحاديث الصحيحة ۳/ ۱۸۵ ح ۱۱۸۸)

حالانکہ اس سند میں ابن مغفل المزنی کا تعین محل نظر ہے۔

تہذیب الکمال اور تہذیب التہذیب وغیرہما میں عبداللہ بن مغفل المزنی الصحابی

کے حالات میں عبدالعزیز بن رفیع کا بطورِ شاگرد تذکرہ نہیں ہے، بلکہ شداد بن معقل (الکوفی الاسدی) کے شاگردوں میں عبدالعزیز اور عبدالعزیز کے استادوں میں شداد کا ذکر ملتا ہے۔

عین ممکن ہے کہ اصل مخطوطہ میں ''ابن معصل'' غیر منقوط ہو جسے شیخ صاحب نے ابن مغفل سمجھ لیا ہے، حالانکہ اسے ابن معقل بھی پڑھا جا سکتا ہے، لہٰذا ضرورت یہ ہے کہ اس کتاب کے قلمی نسخوں کو دیکھا جائے تاکہ ابن مغفل یا ابن معقل کا تعین ہو سکے۔ ابن معقل کے تعین کی صورت میں یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہو جاتی ہے۔

سوال وتر کس طرح پڑھے جائیں؟ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرنے کے بعد ایک رکعت پڑھی جائے؟ یا تین رکعتیں اکٹھی پڑھ کر ایک ہی تشہد میں سلام پھیرا جائے؟

الجواب وتر، پانچ، تین، ایک وغیرہ پڑھنا صحیح و جائز ہے۔

تین رکعت وتر پڑھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیا جائے، پھر ایک رکعت علیحدہ پڑھی جائے۔ اس کے بہت سے دلائل ہیں، مثلاً دیکھئے صحیح مسلم (ج ا ص ۲۵۴) صحیح ابن حبان (ج۴ص ۷۰) مسند احمد (ج ۲ ص ۸۶) المعجم الاوسط للطبرانی (ج ا ص ۲۲۲)

تین رکعتیں ایک سلام سے پڑھنے والی روایت قتادہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ قتادہ ثقہ امام اور مشہور مدلس ہیں۔ دیکھئے تقریب التہذیب وغیرہ۔

سلف صالحین سے تین وتر ایک سلام کے ساتھ پڑھنا ثابت ہے، دیکھئے: شرح معانی الآثار للطحاوی (۱/ ۲۹۳ وسنده حسن) اور المستدرك للحاكم (۱/ ۳۰۵ وسنده حسن) وغیرہ۔ لہٰذا یہ بھی جائز ہے لیکن صرف آخری رکعت میں قعدۂ تشہد ہوگا، یعنی اکٹھے تین وتروں میں دوسری رکعت میں تشہد نہیں ہے۔

سوال عیدین اور جنازہ کی نماز میں ہر تکبیر پر رفع یدین کر کے ہاتھ باندھنا صحیح ہے؟ یا صرف تکبیر اولیٰ ہی پر رفع یدین کر کے ہاتھ باندھنا چاہیے؟

الجواب تکبیراتِ عیدین میں ہاتھ باندھنا ہی راجح ہے، حالتِ قیام قبل از رکوع میں ہاتھ باندھنے پر اتفاق ہے۔ مولانا محمد قاسم خواجہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''بعض لوگ تکبیرات عید کے درمیان ہاتھ کھلے چھوڑ دیتے ہیں، اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ حالانکہ یہ حالتِ قیام ہے، اس لئے بارگاہ ایزدی میں دست بستہ ہی کھڑا ہونا چاہیے۔''

(حی علی الصلاۃ ص ۱۵۳۔۱۵۴)

سوال عیدین کی نماز سے پہلے جو تکبیریں کہی جاتی ہیں تو یہاں ہوتا یہ ہے کہ ایک شخص پہلے بلند آواز سے مائیک میں تکبیر کہتا ہے، پھر حاضرین جواباً مجموعی طور پر تکبیر کہتے ہیں، کیا ایسا کرنا ٹھیک ہے؟

الجواب میرے علم میں یہ عمل ثابت نہیں ہے۔ واللہ اعلم

سوال عیدین میں خطبہ کے بعد امام اور جماعت کا ہاتھ اُٹھا کر مجموعی طور پر دُعا مانگنا صحیح ہے؟

الجواب یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور دعا مانگنا ثابت ہے لیکن اس موقع پر مقتدیوں کا امام کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت نہیں، لہٰذا بہتر یہی ہے کہ ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا نہ کی جائے۔ واللہ اعلم

سوال عیدین میں خطبۂ عید کے بعد عید مبارک کی ملاقات کرنا اور بغل گیر ہونے کا جو دستور ہے، شرعاً کیسا ہے؟

الجواب بغل گیر ہونے کا کوئی ثبوت میرے علم میں نہیں ہے، البتہ تقبل اللہ منا و منك والی دعا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ (دیکھئے فتاویٰ علمیه ۲/ ۱۳۲، ۱۳۳)

سوال ذوالحجہ کے مہینے میں مسجدوں میں جماعت کی فرض نمازوں کے بعد تکبیریں جو کہی جاتی ہیں، وہ کب سے کہی جائیں؟ ۹ سے ۱۳ تاریخ تک یا یکم سے ۱۳ تاریخ تک؟ (چونکہ سورۂ فجر میں وَلَيَالٍ عَشْرٍ کی قسم کھائی گئی ہے)

الجواب حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ان تکبیرات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ

ﷺ سے اس بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔(فتح الباری ۲/ ٤٦٢)البتہ سلف صالحین سے مختلف اوقات وایام میں مختلف الفاظ کے ساتھ تکبیرات کہنا ثابت ہے۔

(دیکھئے:فتاویٰ علمیہ ۲/ ٤٨٠، ٤٨١)

سوال اگر عید جمعہ کے دن ہوتو کیا خطبۂ جمعہ ساقط ہو جاتا ہے؟ یعنی صرف ظہر پڑھنی چاہیے؟

الجواب عیداگر جمعہ کے دن ہوتو نماز عید پڑھنے کے بعد، اس دن جمعہ کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے، لہٰذا اختیار ہے کہ نماز جمعہ پڑھیں یا نماز ظہر لیکن نبوی عمل کی روشنی میں اس دن نماز جمعہ پڑھنا افضل ہے۔سنن ابی داود (حدیث:۱۰۷۰وسندہ حسن) میں آیا ہے:

"صلی العید ثم رخص فی الجمعة فقال: **((من شاء أن یصلی فلیصل))**

آپ نے نماز عید پڑھی، پھر نماز جمعہ میں رخصت دے دی اور فرمایا:''جو شخص نماز جمعہ پڑھنا چاہے پڑھ لے۔''

اسے ابن خزیمہ (١٤٦٤) حاکم اور ذہبی (المستدرك ج ١ ص ٢٨٨) وغیرہم نے صحیح کہا ہے۔

ایاس بن ابی رملة جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق اور حسن الحدیث ہیں۔ احکام العیدین للفریابی (ص ۲۱۱ تا ۲۱۸) میں اس کے بہت سے شواہد موجود ہیں۔

سوال جمعہ کے خطبہ سے قبل جو نفل نمازیں پڑھی جاتی ہیں، وہ دو دو رکعتیں کر کے پڑھی جائیں یا چار رکعتیں اکٹھی بھی پڑھی جاسکتی ہیں؟ (کیونکہ مشاہدہ یہ ہے کہ لوگ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد چار رکعتیں اکٹھی پڑھتے ہیں)

الجواب یہ رکعتیں و دیگر سنن ونوافل دو دو کر کے پڑھی جائیں، کیونکہ حدیث میں آیا ہے: **((صلوٰة اللیل والنهار مثنیٰ مثنیٰ))** رات اور دن کی (نفل) نماز دو دو رکعت ہے۔ (سنن أبي داود کتاب الصلاة باب صلوٰة النهار رقم الحدیث: ١٢٩٥)

اس کی سند حسن ہے، اسے ابن خزیمہ (۱۲۰۱) اور ابن حبان (۶۳۶) وغیرہم نے صحیح

قرار دیا ہے۔ علوم الحدیث للحاکم (ص ۵۸) میں اس کا ایک حسن شاہد بھی ہے۔ السنن الکبریٰ للبیہقی (ج ۲ ص ۴۸۷) میں اس کا صحیح موقوف شاہد ہے۔

علی بن عبداللہ البارقی جمہور محدثین کے نزدیک موثق ہیں، لہٰذا حسن الحدیث ہیں اور ان کا تفرد چنداں مضر نہیں ہے۔

سوال جمعہ کی فرض نماز کے بعد جو چار رکعتیں سنت ہے وہ دو دو رکعتیں پڑھنی ہے؟ یا چار رکعتیں اکٹھی ایک سلام سے بھی پڑھی جا سکتی ہیں؟

الجواب دو دو کر کے پڑھی جائیں، جیسا کہ ابھی گزرا ہے۔

سوال سجدۂ تلاوت نفل نمازوں کے ممنوع اوقات میں (یعنی نماز فجر اور نماز اشراق کے درمیان، اور نماز عصر اور غروبِ آفتاب کے درمیان کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ سجدۂ تلاوت فرض ہے؟ واجب ہے؟ کیا ہے؟

اگر ان اوقات میں تلاوت کے وقت آئے ہوئے سجدۂ تلاوت کو ان اوقات میں نہ کر کے بعد میں کر لیا جائے تو کیسا ہے؟

الجواب طلوع آفتاب، زوال اور غروب آفتاب سے بچ کر سجدہ تلاوت کرنا بہتر ہے۔

سجدۂ تلاوت سنت ہے۔ واجب یا فرض نہیں اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے سورۂ نجم سنی اور سجدہ نہیں کیا۔

(صحيح البخاري : ١٠٧٢ ، صحيح مسلم : ٥٧٧)

مزید تفصیل کے لیے ماہنامہ شہادت (ج ۶ شمارہ ۵ مئی ۱۹۹۹ء) ''سوال و جواب، قرآن وسنت کی روشنی میں'' (ص ۲۹) کا مطالعہ کریں۔ سجدہ تلاوت بعد میں کرنا بھی جائز ہے۔ واللہ اعلم

سوال مسجد میں بیٹھے ہوئے کسی شخص کے ٹھیک پیچھے دوسرا شخص اپنی انفرادی نماز پڑھ رہا ہو تو کیا وہ بیٹھا ہوا شخص اُس نمازی کے سلام پھیرنے سے قبل اپنی جگہ سے اُٹھ کر جا سکتا ہے؟

الجواب جا سکتا ہے۔

سوال کئی مسجدوں میں (خاصکر رمضان المبارک میں) نمازیوں کی اتنی کثرت ہوتی ہے کہ مسجد کا حال اور صحن پُر ہو جانے پر اوپر تک جانے کی سیڑھی کے راستے اور چوڑی سیڑھی پر بھی لوگ نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہیں، جس سے بعد میں آنے والے جماعت میں شامل ہونے کے لیے اوپر تک جانا چاہیں تو اُن کو نمازیوں کے سامنے سے گزرنا ہوگا، تو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے؟ جماعت چھوڑ دے؟ یا نمازیوں کے سامنے سے گزر جائے؟

الجواب سترۃ الامام سترۃ المصلی کے اصول کی رُو سے اگر امام نماز پڑھ رہا ہو تو گزر سکتا ہے ورنہ نہیں۔ بہتر یہی ہے کہ دروازے کے پاس یا باہر صف بنالیں تاکہ نمازی کے آگے سے نہ گزرنا پڑے۔

سوال جنازہ لے جاتے وقت پہلے سر ہونا چاہیے یا پیر؟ یعنی سرہانے سے لے جایا جائے یا پیرانے سے؟

الجواب جس طرح عام چارپائی پر انسان لیٹتا ہے اُسی طرح میت کو کفن کے بعد لٹایا جائے، پھر اسے اس طرح جنازہ گاہ اور قبر کی طرف لے جایا جائے کہ اس کا سر آگے ہو۔

سوال میت کو قبر میں دفنانے کے بعد قبر کے سرہانے سورۂ اخلاص (تین بار) سورۂ فلق، سورۂ ناس، سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کا پہلا رکوع اور پیرانے سورۂ بقرہ کا آخر رکوع پڑھنے کے بعد حاضرین ہاتھ اُٹھا کر دُعائیں مانگتے ہیں تو ایسا کرنا شرعاً ٹھیک ہے؟

الجواب قبر پر مذکورہ سورتوں یا قرآن کا کوئی حصہ پڑھنا صحیح سند سے ثابت نہیں ہے۔ (صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، باب استحباب صلوٰۃ النافلۃ فی بیتہ، ح ۷۸۰) کی ایک حدیث سے متعدد علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ قبرستان میں قرآن پڑھنا مکروہ ہے۔ امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور امام ابوحنیفہ وغیرہم سے اس کی کراہت منقول ہے۔

دیکھئے اقتضاء الصراط المستقیم (ص ۱۸۲) مسائل ابی داود (ص ۱۵۸) وغیرہما۔

عبدالرحمٰن بن العلاء بن اللجلاج کی جس روایت میں آیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے وصیت کی تھی کہ اُن کی قبر پر، دفن کے بعد سورۃ البقرۃ کا شروع اور آخری حصہ تلاوت کیا جائے وہ بلحاظِ سند ضعیف ہے۔

اس کا راوی عبدالرحمٰن مجہول الحال ہے۔ اسے ابن حبان کے علاوہ کسی نے بھی ثقہ نہیں کہا۔ اس کے دوسرے راوی حسن بن احمد الوراق اور علی بن موسیٰ الحداد بھی مجہول الحال اور غیر معروف ہیں۔

قبرستان میں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا صحیح ہے۔ (دیکھئے: صحیح مسلم، کتاب الجنائز باب ما یقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها، ح: ۹۷٤)

سوال کوئی اعتکاف کے لیے بیسویں رمضان کی اذانِ مغرب سے قبل کسی مجبوری اور لاچاری کی وجہ سے مسجد نہ پہنچ سکے تو کس وقت تک اُس کا مسجد پہنچنا اعتکاف کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے؟

الجواب مسنون یہی ہے کہ آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھے اگر کسی مجبوری کی وجہ سے لیٹ ہو جائے تو اعتکاف صحیح ہے، لیکن مسنون اعتکاف کے ثواب سے محروم ہو جائے گا۔ واللہ اعلم

سوال معتکف کو کس وقت اپنے حجرے میں داخل ہونا چاہیے؟

الجواب اکیسویں روزے کو نماز فجر پڑھ کر اعتکاف والے حجرے میں داخل ہونا چاہیے۔ "کان النبي ﷺ إذا اراد أن یعتکف صلی الفجر ثم دخل معتکفه ." نبی ﷺ جب اعتکاف کا ارادہ کرتے تو صبح کی نماز پڑھ کر جائے اعتکاف میں داخل ہو جاتے۔ (صحیح مسلم : ۱۱۷۲)

سوال معتکف اپنے حجرے کے باہر مسجد کے احاطے میں نماز، تلاوتِ قرآن، دعا وغیرہ کرسکتا ہے؟

الجواب اس کے ناجائز ہونے پر کوئی دلیل نہیں، چونکہ اعتکاف کا ایک خاص مقصد ہے، لہٰذا بہتر یہی ہے کہ فرض نماز کے علاوہ جائے اعتکاف میں یہ امور انجام دے۔

سوال کیا یہ صحیح ہے کہ معتکف بِلا شرعی حاجت کے غسل وغیرہ نہ کرے؟

الجواب معتکف کے لیے جائز ہے کہ جب چاہے غسل کرے۔ شریعت میں اس کی ممانعت منقول نہیں۔ تاہم اسے مسجد میں موجود غسل خانے میں ہی غسل کرنا چاہیے۔ اس کا احاطہ مسجد سے بدون شرعی عذر نکلنا صحیح نہیں ہے۔

سوال عید کے چاند کی اطلاع پر معتکف کے مسجد سے گھر لوٹنے کے قبل دو رکعت نماز پڑھنا کیا ضروری ہے؟ یہ دو رکعت کون سی نماز ہے؟

الجواب میرے علم میں ان دو رکعتوں کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ واللہ اعلم

سوال کوئی شخص اپنے بیٹے کے عقیقہ کے لیے دو بکرے یا بھیڑ ذبح کرنے کے بجائے عیدالاضحیٰ کے موقع پر گائے میں سات قربانیوں کے حصوں میں دو حصے عقیقہ کے شامل کر سکتا ہے؟

الجواب مسنون یہی ہے کہ عقیقہ میں بکری (بکرا) اور بھیڑ (نر یا مادہ) ذبح کیے جائیں۔ گائے یا اونٹ وغیرہ کا عقیقہ میں ذبح کرنا ثابت نہیں ہے، چہ جائیکہ اُن کے اندر حصے کیے جائیں جس روایت میں "فليعق عنه من الابل والبقر والغنم" یعنی: اس کی طرف سے اونٹ، گائے اور بکریاں، عقیقہ میں ذبح کی جا سکتی ہیں۔

(المعجم الصغير للطبراني ج ١ ص ٨٤)

اس کی سند مسعدہ بن الیسع وغیرہ کی وجہ سے موضوع و باطل ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے بچے کی طرف سے ایک اونٹ بطورِ عقیقہ ذبح کریں تو انھوں نے فرمایا: "معاذ الله! ولكن ما قال رسول الله ﷺ شاتان مكافأتان." یعنی میں (اس بات سے) اللہ کی پناہ چاہتی

ہوں، لیکن (میں وہ کروں گی) جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ دو بکریاں۔

(السنن الکبریٰ للبیهقي ج۹ ص ۳۰۱ شرح مشکل الآثار للطحاوي: ۱۰۴۲ وسنده حسن)

اس حسن روایت سے کئی مسائل ثابت ہوتے ہیں، مثلاً

۱: عقیقے میں گائے یا اونٹ وغیرہ ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔

۲: قرآن وحدیث کو تمام آراء وفتاویٰ پر ہمیشہ ترجیح حاصل ہے، بلکہ ہر رائے اور ہر فتویٰ جو قرآن وحدیث کے خلاف ہے مردود ہے۔

۳: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبردست فضیلت ہے کہ آپ اتباعِ سنت میں بہت سختی کرنے والی تھیں۔

سوال ایک ملک میں رہنے والا دوسرے ملک کو اپنی زکوٰۃ کی رقم بھیج سکتا ہے؟ یا اپنی قربانی دوسرے ملک میں کروا سکتا ہے؟ (واضح رہے کہ ملکوں کی کرنسی کے نرخ میں کافی فرق ہوتا ہے)

الجواب بغیر شرعی عذر کے ایک علاقے کے لوگ دوسرے علاقے میں زکوٰۃ نہ بھیجیں۔ ((تؤخذ من اغنیائهم و ترد علی فقرائهم)) ان کے امیروں سے لے کر اُن کے غریبوں کو زکوٰۃ دی جاتی ہے۔ (صحیح بخاري: ۱۳۹۵، صحیح مسلم: ۱۹)

دوسرے ملک میں قربانی کا ثبوت مجھے معلوم نہیں ہے۔

سوال اسی طرح ایک ہی ملک کے ایک شہر سے دوسرے شہر یا علاقے کو زکوٰۃ اور قربانی بھیج سکتا ہے؟

الجواب اس کا وہی جواب ہے جو ابھی گزرا ہے۔

سوال وفات کے وقت کوئی مسلم دو بیویاں چھوڑے، ایک کی اولاد ہو، دوسری کی نہ ہو تو وراثت میں بے اولاد بیوی کا کتنا حق ہوگا؟

الجواب نصِ قرآن (النساء: ۱۲) کی رُو سے اُسے ثمن یعنی ۱/۸ ملے گا۔

سوال ایک مسلم مرد کی تین بیویاں ہیں۔ دوسری (جو پہلے بیوہ تھی) پہلی کی سگی

بہن ہے، چونکہ دو بہنوں کو نکاح میں اکٹھا کرنا منع ہے، دوسری سے نکاح کرنے سے پہلی کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟ یا دوسری کا نکاح باطل ہے؟ تینوں بیویوں سے اولاد بھی ہے۔ چنانچہ دوسری سے پیدا ہوئے بچوں کی حیثیت کیا ہے؟ دوسری سے نکاح کے بعد پہلی بیوی سے پیدا ہونے والے بچوں کی حیثیت کیا ہے؟ مرد کے انتقال پر وراثت میں سب بیویوں کی اولاد کو حق ملے گا؟ وراثت میں تینوں بیویوں کا حق ہوگا؟

الجواب دوسری بیوی جو پہلی بیوی کی سگی بہن ہے، پہلی کی زندگی وحالتِ شادی کی صورت میں دوسری سے نکاح باطل ہے۔ اگر زوج اور زوجہ ثانیہ کو حرمت کا علم تھا تو سزا بھی ملے گی۔ دوسری کی اولاد کا وراثت میں کوئی حق نہیں ہے۔ واللہ اعلم

سوال زید کی نکاح شدہ مسلم بیوی بغیر طلاق لئے اپنے شوہر کو چھوڑ کر چلی گئی اور دوسرے مسلم مرد کے ساتھ کئی سال رہنے کے بعد زید کے پاس واپس لوٹ آئی۔ کیا زید کا نکاح باقی رہتا ہے؟ کیا اُسے نکاح کی تجدید کرنی ہوگی؟ اگر بیوی مسلم مرد کے بجائے کسی غیر مسلم مرد کے پاس رہ کر آئی ہو تو اس صورت میں پھر اسے اپنانے کے لئے زید کو کیا کرنا ہوگا؟

الجواب زید کی مذکورہ بیوی زانیہ ہے، اس کے نکاح کی کوئی تجدید نہیں ہوگی، البتہ اسلامی حکومت وشرعی عدالت کو اسے سنگسار کر دینا چاہیے۔

ابو محمد عبداللہ اختر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب مبارک

سیّدنا ابو عمار شداد اور سیّدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہما سے روایت ہے (ان) دونوں نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو چنا اور قریش کو کنانہ میں سے اور بنی ہاشم کو قریش میں سے اور مجھ کو بنی ہاشم میں سے چنا۔'' (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ......، ح: ۲۲۷۶)

حافظ ندیم ظہیر

غلام رسول سعیدی بریلوی کے صحیح بخاری پر بعض اعتراضات کے جوابات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْاَمِیْنَ، أَمَّا بَعْدُ:

۱) غلام رسول سعیدی بریلوی نے لکھا: ''امام بخاری نے جن راویوں پر خود دوسری کتابوں میں جرح کی ہے ''صحیح بخاری'' میں ان سے بھی روایات لے آئے ہیں۔اس قسم کے متعدد شواہد موجود ہیں، ہم ان میں سے آپ کے سامنے چند مثالیں پیش کرتے ہیں......
امام بخاری نے ایک روایت اس سند کے ساتھ ذکر کی ہے:''حدثنا ابو الولید ھشام ابن عبد الملك قال حدثنا شعبة عن ابی معاذ و اسمه عطاء بن ابی میمونه قال سمعت انس بن مالك ...... اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے، عطاء بن ابی میمونہ،اس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں:''عطاء بن ابی میمونة ...... و کان یری القدر ''یعنی یہ شخص عقائد قدریہ کا حامل تھا۔
(تاریخ کبیر ج۶ ص۲۵۶۔۲۵۵......)'' (نعمة الباری ۱/ ۹۴)

عطاء بن ابی میمونہ

یہ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱: امام یحییٰ بن معین (۲۳۳ھ) نے فرمایا: '' ثقة ''
(تاریخ ابن معین ، روایة الدوري ٤/ ١٥٨)

۲: امام عجلی (متوفی ۲۶۱ھ) نے فرمایا: '' ثقة '' (تاریخ الثقات : ١١٣٢)

۳: امام ابوزرعہ الرازی (متوفی ۲۶۴ھ) نے فرمایا: '' ثقة ''
(الجرح والتعدیل ٦/ ٣٣٧)

۴: امام یعقوب بن سفیان الفسوی (متوفی ۲۷۷ھ) نے فرمایا: '' ثقة ''
(المعرفة والتاریخ ٢/ ١١٤ ، ٣/ ١٢٣)

۵: حافظ ابن حبان (متوفی ۳۵۴ھ) نے کتاب الثقات (۵/۲۰۳) میں ذکر کیا ہے۔

٦: ابن شاہین (متوفی ۳۸۵ھ) نے فرمایا: " ثقة " (تاریخ اسماء الثقات : ۱۰۲۰)

۷: حافظ ابو نعیم اصبہانی (متوفی ۴۳۰ھ) نے عطاء مذکور کی روایت سے متعلق فرمایا:

" هَذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ ثَابِتٌ" (حلية الأولياء ٧/ ١٧٧)

۸: حافظ ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) نے " صدوق" قرار دیا ہے۔ (الکاشف : ۳۸۰٦)

۹: حافظ ہیثمی (متوفی ۸۰۷ھ) نے فرمایا: " ثقة " (مجمع الزوائد ۹/ ۳۸۲)

۱۰: حافظ ابن حجر العسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) نے فرمایا: " ثقة رُمي بالقَدَرِ"
(تقريب التهذيب : ٤٦٠١)

علاوہ ازیں امام بخاری (صحيح البخاري : ۱۵۰، ۱٦۱، ۱۵۲، ۲۱۷، ۵۰۰، ٦۱۹۲) امام مسلم (صحيح مسلم : ۲۷۰، ۲۷۱، ۵۷۸، ۲۱٤۱) امام ابن الجارود (المنتقى : ٤١) امام ابن خزیمہ (صحيح ابن خزيمة : ٨٤، ٨٥، ٨٦، ٨٧) امام ابو عوانہ (المستخرج : ٤٩١، ٤٩٢) حافظ حاکم (المستدرك ٤/ ٣٠) اور حافظ ضیاء المقدسی (المختارة : ۲۳۳٦، ۲۳۳۷) نے ان سے روایت لی ہے جو ان مذکورہ محدثین کی طرف سے عطاء بن ابی میمونہ کے ثقہ وصدوق اور حسن الحدیث ہونے کی دلیل ہے، لہٰذا جمہور محدثین کی توثیق وتحسین کے مقابلے میں بعض کی جروح مردود ہے۔

باقی رہا ان کا قدری ہونا تو حافظ ذہبی نے فرمایا:

" بَلْ قَدَرِيٌّ صَغِيْرٌ" بلکہ یہ چھوٹے قدری ہیں، یعنی یہ قدریت سے بہت کم متاثر تھے۔
(ميزان الاعتدال ٤/ ١١٧)

بدعتی (قدری، مرجی وغیرہ) کی روایت کا حکم

حافظ ابن الصلاح نے فرمایا: "(بدعتی کی روایت کو) مطلقاً ممنوع قرار دینا بعید ہے اور ائمہ حدیث کے مشہور عمل کے خلاف ہے۔" نیز آپ نے اس قول کو سب سے زیادہ انصاف والا اور راجح قرار دیا ہے۔ (مقدمة ابن الصلاح ٢/ ١٩، النوع الثالث والعشرون)

حافظ ابن کثیر کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔ دیکھئے اختصار علوم الحدیث (ص ۹۹)

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: میں رافضیوں میں سے خطابیہ کے علاوہ تمام (ثقہ و صدوق) بدعتیوں کی گواہی قبول کرتا ہوں، کیونکہ یہ خطابیہ اپنے حامیوں کے لیے جھوٹی گواہی دینا جائز سمجھتے ہیں۔ (كتاب الأم ٦/ ٢٠٦ ، مناقب الشافعي ١/ ٤٦٨)

عمرو بن ثابت راوی کے بارے میں امام ابوداود رحمہ اللہ نے فرمایا: "عمرو بن ثابت رافضي رجل سوء ولكنه كان صدوقًا فى الحديث" (سنن ابی داود : ٢٨٧)

امام ابوداود کے اسی قول کو حافظ ابن حجر نے تهذيب التهذيب (٨/ ١٠) میں نقل کیا ہے۔

حافظ ذہبی نے ابان بن تغلب کے بارے میں فرمایا: "فلنا صدقه وعليه بدعته" (ميزان الاعتدال ١/ ٥)

درج بالا وضاحت سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ثقہ وصدوق (بدعتی، داعی وغیر داعی) کی روایت مقبول ہوگی اور ثقہ وصدوق راوی کا قدری و مرجی وغیرہ ہونا علتِ قادحہ نہیں ہے۔

سعیدی صاحب کے ممدوح شیخ عبدالحق دہلوی لکھتے ہیں: "اگر وہ مبتدع صدق لہجہ و حفاظت زبان سے متصف ہو تو بعض کے نزدیک اس کی حدیث مقبول ہے...... الغرض اہل بدعت وہوا اور بدعقیدہ لوگوں سے حدیث اخذ کرنے میں محدثین کرام کا آپس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ جامع الاصول میں ہے کہ آئمہ حدیث کی ایک جماعت نے خوارج اور ان لوگوں سے جو قدریہ، شیعہ، روافض اور دوسرے اہل بدعت وہوا سے حدیث لی ہے اس کے برعکس محدثین کی ایک دوسری جماعت نے ان لوگوں سے اخذ حدیث میں احتیاط اور ورع کو اختیار کیا ہے۔ محدثین کے ان دونوں گروہوں کی اپنی اپنی نیت ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان فرقوں سے اخذ حدیث، ان کے صدق وصواب کو پوری طرح جانچنے کے بعد کیا جائے گا۔" (اشعۃ اللمعات ۱/۱۳۳، ۱۳۴، مترجم محمد سعید احمد نقشبندی)

یہ بات آل دیوبند کو بھی تسلیم ہے، چنانچہ سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا:

''اصول حدیث کی رو سے ثقہ راوی کا خارجی یا جہمی یا مرجی وغیرہ ہونا اس کی ثقاہت پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوتا'' (احسن الکلام ۱/۳۰)

قارئین کرام! جب یہ واضح ہو گیا کہ محدثین کی ایک جماعت ثقہ قدریوں وغیرہ کی روایات کو قبول کرتی رہی ہے اور یہ قطعاً علتِ قادحہ نہیں تو سعیدی صاحب کا امام بخاری رحمہ اللہ پر اعتراض بالکل بے بنیاد اور مردود ہے۔

تنبیہ: امام بخاری رحمہ اللہ کا عطاء بن ابی میمونہ کو کتاب الضعفاء میں بیان کرنا ان کے ضعیف ہونے کی بنا پر نہیں ہے، کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ بعض اوقات اپنے تئیں ثقہ و صدوق راوی کو کسی اور بنا پر بھی کتاب الضعفاء میں بیان کر دیتے ہیں جس کی مثال آگے آ رہی ہے، لہٰذا عطا بن ابی میمونہ کا کتاب الضعفاء میں مذکور ہونا چنداں مضر نہیں۔ یہ اعتراض صرف وہ لوگ کرتے ہیں جو امام بخاری رحمہ اللہ کے اسلوب سے واقف نہیں ہیں۔

۲) غلام رسول سعیدی نے لکھا: ''اسی طرح انہوں نے ''کتاب المغازی'' میں ایک حدیث ذکر کی ہے: " حدثنی عباس والوحید قال حدثنی عبد الواحد عن ایوب بن عائذ قال حدثنا قیس بن مسلم ...... اس حدیث میں ایک راوی ہے ایوب بن عائذ، اس کو بھی امام بخاری نے ''کتاب الضعفاء'' میں درج کیا ہے اور فرماتے ہیں: " ایوب بن عائذ الطائی کان یری الارجاء "یہ شخص مرجئہ عقائد کا حامل تھا۔'' (نعمۃ الباری ۱/۹۴)

ایوب بن عائذ

ایوب بن عائذ ثقہ و صدوق راوی ہیں:

۱: امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: " ثقة "(تاریخ ابن معین، روایة الدوري ۳/ ٤۸۳)

۲: امام عجلی نے فرمایا: " ثقة " (کتاب الثقات : ۱۳۰)

۳: امام ابو حاتم الرازی نے فرمایا: "ثقة"

۴: امام بخاری نے فرمایا: " صدوق" (کتاب الضعفاء : ۲۵)

۵: حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات (۶/ ۵۹) میں ذکر کیا ہے۔

۶: حافظ ذہبی نے فرمایا: " ثقة " (الکاشف : ۵۱۹)

۷: حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: " ثقة رُمي بالإرجاء " (التقریب: ٦١٦)

سعیدی صاحب کی غفلت

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الضعفاء میں جہاں یہ فرمایا کہ "أیوب بن عائذ الطائی کان یری الإرجاء" وہاں متصل بعد واضح طور پر فرمایا: " وهو صدوق" لیکن سعیدی صاحب غفلت کی بنا پر یا موروثی عادت سے مجبور ہو کر اسے نظر انداز کر گئے کیونکہ اگر یہ لکھ دیا جاتا تو اعتراض ہی ختم ہو جاتا۔

راقم نے کتاب الضعفاء کے تقریباً چار مختلف مطبوع نسخے دیکھے ہیں جن میں جلی حروف سے لکھا ہوا ہے: "وهو صدوق " یعنی ایوب بن عائذ صدوق راوی ہیں۔ سعیدی صاحب! ادھوری بات نقل کر کے اعتراض جڑ دینا، یہ آپ کس کی روش پر عمل پیرا ہیں؟

معلوم ہوا کہ ایوب بن عائذ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک بھی صدوق و حسن الحدیث ہیں اور سعیدی صاحب کا اعتراض مردود ہے۔

امام بخاری اور کتاب الضعفاء

امام بخاری رحمہ اللہ کا ایوب بن عائذ کو کتاب الضعفاء میں نقل کرنا ان کے ضعف کی بنا پر نہیں ہے جس کی بڑی دلیل خود امام بخاری رحمہ اللہ کا انھیں " صدوق" کہنا ہے۔ حافظ ذہبی نے فرمایا: " و أورده فی الضعفاء لإرجائه" یعنی امام بخاری نے ایوب بن عائذ کو محض ارجاء کی وجہ سے کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ (میزان الاعتدال ۱/ ۴۵۹)

اور یہ ہم واضح کر چکے ہیں کہ ثقہ و صدوق راوی کا قدری یا مرجی ہونا علت قادحہ نہیں ہے، بلکہ خود حافظ ذہبی نے فرمایا: "الإرجاء مذهب لعدة من جلّة العلماء، لا ینبغی التحامل علی قائله " ارجاء کئی بڑے بڑے علماء کا مذہب ہے، لہٰذا اس کے

قائل پر اعتراض جائز نہیں۔ (میزان الاعتدال ٥/ ٣٠٠)

حافظ ابن حجر العسقلانی نے اسلوبِ بخاری کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

" لأن البخاري إذا ذكر مثل هذا، إنما يريد التنبيه على أن الحديث لم يصح إليه ." یعنی امام بخاری جب ان جیسے (صحابی یا ثقہ وصدوق راوی) کا تذکرہ (کتاب الضعفاء میں) کرتے ہیں تو ان کا مقصود صرف تنبیہ ہوتا ہے کہ ان کی حدیث صحیح (ثابت) نہیں ہے۔ (لسان المیزان ٤/ ٢٧٢)

٣) غلام رسول سعیدی بریلوی نے لکھا: "اسماعیل بن ابان کوفی ایک راوی ہے، اس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: اسمعیل بن ابان عن هشام بن عروة متروك الحديث كنيته ابو اسحاق كوفي ...... اس متروک الحدیث راوی سے بھی امام بخاری نے اپنی "صحیح" میں احادیث روایت کی ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

"اسمعيل بن ابان الوراق الكوفى احد شيوخ البخارى ولم يكثر عنه......"

(نعمۃ الباری ١/ ٩٥)

سعیدی صاحب کی جہالت

خود سعیدی صاحب کی بے خبری کا یہ عالم ہے کہ اسماعیل بن ابان الوراق اور اسماعیل بن ابان الغنوی میں فرق کرنے سے بھی قاصر ہیں اور اعتراض کرنے بیٹھے ہیں امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ پر!!

اگر سعیدی صاحب امام بخاری ہی کی کتب کا مطالعہ کر لیتے تو اس غلطی کے مرتکب ہو کر یوں جہالت کا اظہار نہ کرتے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

" ترك أحمد والناس، حديث إسماعيل بن أبان أبو إسحاق الغنوي الكوفي الخياط صاحب هشام بن عروة ، و أما إسماعيل بن أبان الوراق الكوفي صدوق ."

امام احمد اور (دیگر) لوگوں نے اسماعیل بن ابان ابواسحاق الغنوی الکوفی، صاحبِ ہشام بن عروہ کی حدیث کو ترک کر دیا۔ رہے اسماعیل بن ابان الوراق الکوفی تو وہ صدوق ہیں۔

(الاوسط للبخاري ٤/ ٩٧٠، ٩٧١، مكتبة الرشد)

امام بخاری کی تصریح سے واضح ہوجاتا ہے کہ جس اسماعیل بن ابان کو انھوں نے متروک قرار دیا وہ الغنوی الخیاط ہے اور اس سے کوئی روایت اپنی صحیح میں نہیں لی اور نہ یہ متروک راوی امام بخاری رحمہ اللہ کا استاذ ہے۔

ان دونوں راویوں میں امتیاز کے لیے مزید دلائل ملاحظہ فرمائیں:

ا: امام بیہقی إسماعيل بن أبان الغنوي، ثنا هشام کی سند سے روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"إسماعيل الغنوي متروك" (السنن الكبرىٰ للبيهقي ٤/ ٥١، ٥٢)

۲: حافظ ابونعیم اصبہانی نے فرمایا:

"إسماعيل بن أبان أبو إسحاق الكوفي ليس هو بالوراق بل هو الراوي عن هشام بن عروة بالأحاديث الواهية متروك قاله البخاري."

(یہ) اسماعیل بن ابان الکوفی الوراق نہیں بلکہ وہ (الغنوی الخیاط) راوی ہے جو ہشام بن عروہ سے احادیثِ واہیہ بیان کرتا ہے، اسے امام بخاری نے متروک قرار دیا ہے۔

(الضعفاء لأبي نعيم: ١٣)

۳: امام خطیب بغدادی نے فرمایا:

"و في رواة الكوفيين أيضًا إسماعيل بن أبان آخر إلا أنه أزدي وهو دون الغنوي ...... و كان ثقة"

اسی طرح کوفی راویوں میں ایک اور اسماعیل بن ابان ہے مگر وہ ازدی (الوراق) ہے اور الغنوی کے علاوہ ہے اور وہ (ازدی الوراق) ثقہ ہے۔ (تاريخ بغداد و ذيوله ١/ ٦٢)

۴: حافظ ابن عبدالہادی نے فرمایا:

”إسماعيل بن أبان وظنه أنه (الغنوي) كذاب و إنما هو (الوراق) الثقة .“

(تنقيح التحقيق ٢/ ١٩٣)

اسماعیل بن ابان الوراق

یہ خود امام بخاری کے نزدیک صدوق ہیں، نیز جمہور محدثین کے نزدیک بھی ثقہ و صدوق اور صحیح الحدیث ہیں۔

ا: امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ” ليس به بأس كان صديقًا لي .“

(سؤالات ابن الجنيد : ٦٥٢)

٢: امام احمد بن حنبل نے فرمایا:” ثقة “

(الجرح والتعديل ٢/ ١٦١ ، موسوعة اقوال الإمام أحمد ١/ ٩٣)

٣: امام ابوحاتم الرازی نے فرمایا:

” صدوق فى الحديث ، صالح الحديث لا بأس به كثير الحديث “

(الجرح والتعديل ٢/ ١٦١)

٤: امام بخاری نے فرمایا: ” صدوق“ (الأوسط ٤/ ٩٧١)

٥: امام ابن حبان نے کتاب الثقات (٨/ ٩١) میں ذکر کیا ہے۔

٦: امام خطیب بغدادی نے فرمایا: ” و كان ثقة “ (تاريخ بغداد و ذيوله ١/ ٦٢)

٧: حافظ ذہبی نے فرمایا: ” ثقة “ (الكاشف : ٣٤٥)

٨: حافظ ابن حجر نے فرمایا:” ثقة تكلم فيه للتشيع“ (التقريب : ٤١٠)

خلاصۃ البحث : غلام رسول سعیدی بریلوی نے جتنے اعتراض امام بخاری رحمہ اللہ پر وارد کرنے کی کوشش کی ہے وہ سب بے بنیاد، باطل اور سعیدی مذکور کی جہالت کا سرچشمہ ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ ان تمام اعتراضات سے بری ہیں۔ وللہ الحمد

از قلم: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ترجمہ: حافظ فرحان الٰہی

سنت کے سائے میں

جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی

سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

جَاءَتْ مَلَائِكَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ نَائِمٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوا: إِنَّ لِصَاحِبِكُمْ هٰذَا مَثَلًا فَاضْرِبُوا لَهُ مَثَلًا فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوا: مَثَلُهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا وَجَعَلَ فِيهَا مَأْدُبَةً وَبَعَثَ دَاعِيًا فَمَنْ أَجَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَأَكَلَ مِنَ الْمَأْدُبَةِ وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنَ الْمَأْدُبَةِ فَقَالُوا: أَوِّلُوهَا لَهُ يَفْقَهْهَا فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوا: فَالدَّارُ الْجَنَّةُ وَالدَّاعِي مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَى مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ .

نبی کریم ﷺ کے پاس چند فرشتے آئے، جبکہ آپ ﷺ سو رہے تھے۔ ان میں سے بعض نے کہا: آپ ﷺ سو رہے ہیں۔ کچھ نے کہا: ان کی آنکھ سو رہی ہے، جبکہ دل بیدار ہے، پھر وہ کہنے لگے: اس آدمی کی ایک مثال ہے وہ مثال بیان کرو۔ ان میں سے ایک نے کہا: یہ سو رہے ہیں۔ دوسرے کہنے لگے کہ آنکھ سو رہی ہے، جبکہ دل بیدار ہے۔ چنانچہ وہ کہنے

لگے: ان کی مثال اُس آدمی کی طرح ہے جس نے ایک گھر بنایا اور وہاں کھانے کی دعوت کا اہتمام کیا، پھر ایک بلانے والے کو بھیجا۔ جس نے اس بلانے والے کی دعوت کو قبول کرلیا۔ وہ گھر میں داخل بھی ہوگیا اور دستر خوان سے کھا بھی لیا اور جس نے اس بلانے والے کی دعوت قبول نہ کی وہ گھر میں داخل ہوا نہ دستر خوان سے کچھ کھا سکا۔
دوسرے فرشتے کہنے لگے: اس مثال کی وضاحت کرو تاکہ آپ ﷺ سمجھ سکیں۔ کچھ فرشتے کہنے لگے: آپ ﷺ سو رہے ہیں، جبکہ دوسرے کہنے لگے: آنکھ سو رہی ہے قلب بیدار ہے۔ تاہم وہ بلانے لگے کہ گھر سے مراد جنت ہے اور بلانے والے محمد ﷺ ہیں۔ پس جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور محمد ﷺ (اچھے اور برے) لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔ (صحيح البخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ ح: ۷۲۸۱ ومن طريق البخاری أخرجه البغوی فی شرح السنة: ۱/ ۱۹۴ ـ ۱۹۲، وقال: "هذا حديث صحيح")

فقہ الحدیث:

(ا)......اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کی اطاعت فرض ہونے اور آپ ﷺ کی نافرمانی حرام ہونے کی دلیل ہے، نیز یہ نوید ہے کہ آپ ﷺ کا اطاعت گزار جنت میں داخل ہوگا اور یہ وعید بھی کہ آپ ﷺ کا نافرمان جہنم میں داخل ہوگا۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ﴾ (النساء: ۸۰)

''جو رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرے تو بلاشبہ اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔''

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مَنۡ یَّعۡصِ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ وَ یَتَعَدَّ حُدُوۡدَہٗ یُدۡخِلۡہُ نَارًا خَالِدًا

فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿النساء: ١٤﴾

''اور جو اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے تجاوز کرے وہ اسے آگ میں داخل کرے گا، ہمیشہ اس میں رہنے والا ہے اور اس کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔''

(۲)......اس حدیث میں اہل تقلید پر زبردست ردّ کیا گیا ہے، کیونکہ وہ علماء میں سے اپنی خواہش کے مطابق من پسند شخصیت کی تقلید کرتے ہیں اور اسی کی تقلید کے بسبب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرتے ہیں۔ جیسا کہ ان میں سے کسی کا کہنا ہے:

"الحق والإنصاف أن الترجيح للشافعي في هذه المسألة ولكن نحن مقلدون يجب علينا تقليد إمامنا أبي حنيفة ."

(تقرير ترمذی، ص: ٣٦)

''بلاشبہ حق اور انصاف یہی ہے کہ اس مسئلہ (یعنی مسئلہ بیع خیار) میں امام شافعی کو ترجیح حاصل ہے، لیکن ہم مقلد ہیں اور ہم پر ہمارے امام ابو حنیفہ کی تقلید واجب ہے۔''

غور کیجیے! یہ تقلیدی جمود اور غلو کی انتہا ہے کہ حق اور انصاف کو صرف تقلید کی وجہ سے پس پشت ڈالا جا رہا ہے۔

(۳)...... یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کر رہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے لیے نیند ناقض وضو نہیں تھی، جبکہ آپ ﷺ کی اُمت کے لیے دیگر دلائل کی بنا پر نیند ناقض وضو ہے۔

انہی دلائل میں سے ایک سیّدنا صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

'أمرنا- يعني رسول الله ﷺ" أن لا نخلع خفافنا ثلاثاً إلا من جنابة ولكن من غائط وبولٍ ونومٍ"

(سنن الترمذی: ٣٥٣٦ وقال: "هذا حديث حسن صحيح" وسنده حسن)

''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں (سفر کے دوران میں) حکم دیا کہ ہم تین روز تک اپنے موزے نہ اتاریں۔ الا یہ کہ حالت جنابت لاحق ہو جائے، البتہ بول و براز اور نیند کی وجہ سے اتارنے کی ضرورت نہیں۔''

(۴)......فرشتوں کا یہ کہنا کہ "اولوھا له" اس مثال کی ان کے لیے تاویل کرو۔ یعنی ان کے لیے مثال کی تشریح اور وضاحت کرو تا کہ آپ ﷺ سمجھ سکیں، لہٰذا معلوم ہوا کہ اس حدیث میں اور متقدمین علماء کے نزدیک 'تاویل' کا مطلب وہ نہیں جو متاخرین نے لیا ہے۔ انہوں نے تو تاویل کے نام پر صریح نصوص کی ایک بڑی تعداد میں تحریف کر ڈالی۔ (والله المستعان)

(۵)......اس حدیث کے راوی ''یزید'' کا پورا نام یزید بن ہارون ہے۔ جیسا کہ فتح الباری (۱۳/ ۲۵۵) میں وضاحت مذکور ہے۔ مسند ابی عوانہ کتاب المناقب میں بصراحت یہ نام مذکور ہے۔ دیکھئے: اتحاف المهرة بالفوائد المبتكرة من أطراف العشرة (۳/ ۱۳۸، ح ۲۶۸۰)

حدیث سے مذکورہ فوائد کے علاوہ بھی کئی فوائد علمیہ موجود ہیں۔

نماز میں صفوں کو سیدھا اور درست کرنا

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اپنی صفیں برابر رکھا کرو، بلاشبہ صفیں برابر رکھنا نماز کی تکمیل کا حصہ ہے۔'' (صحيح البخاری: ۷۲۳، صحيح مسلم: ۴۳۳)

نیز فرمایا:

((تَرَاصُّوا وَاعْتَدِلُوْا)) ''خوب مل جاؤ، برابر ہو جاؤ۔''

(صحيح البخاری: ۷۱۹، مسند احمد: ۳/ ۱۲۵)

ابو محمد نصیر احمد کاشف

"جزاك الله خيرًا" کہنا مشروع ہے

اسلام ایک مکمل دین اور ضابطۂ حیات ہے، جس میں ہر اصولی و جزئی معاملے کے بارے میں رہنمائی موجود ہے۔ مسلمان تو اس کا دعویٰ کرتے ہی ہیں اور اپنے اس دعویٰ میں سچے بھی ہیں، تاہم اس بات کا اعتراف غیر مسلموں کو بھی ہے۔

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے مشرکین نے کہا: ہم دیکھتے ہیں کہ تمھارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تمھیں ہر بات کی تعلیم دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ قضائے حاجت (کے آداب) کی بھی، تو سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! بیشک انھوں نے ہمیں دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے سے منع کیا ہے اور قضائے حاجت کے وقت قبلہ رخ ہونے سے منع کیا ہے اور گوبر اور ہڈی کے استعمال سے منع کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی تین پتھروں سے کم سے استنجا نہ کرے۔" (صحيح مسلم، كتاب الطهارة ، باب الاستطابة ، رقم الحديث: ٢٦٢ [٦٠٧])

یعنی اسلام کے ابتدائی ادوار ہی سے سب میں یہ بات معروف و مشہور ہے کہ اسلامی تعلیمات ہر مسئلے کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ والحمد للہ

آمد برسرِ مطلب: کچھ عرصے سے یہ بات زیر بحث ہے کہ کسی بھائی کے تعاون پر جب اُسے دعائیہ کلمات: جزاك الله خيرًا کہے جائیں تو بعض احباب اسے چند وجوہ کی بنا پر غیر صحیح قرار دیتے ہیں۔

اس سلسلے میں دلائل کے اعتبار سے راجح موقف کیا ہے؟ اس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریتاً ہار لیا جو گم ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو اس کی تلاش کے لیے بھیجا جسے وہ مل گیا۔ پھر نماز کا وقت ہو گیا اور لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا، انھوں نے (بغیر وضو) نماز پڑھ لی۔ آپ

ﷺ سے شکایت کی گئی تو اللہ تعالیٰ نے تیمّم کی آیت اتاری۔ (اس موقع پر) سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: "جَزَاكِ اللّٰهُ خَيْرًا" اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین بدلہ دے۔

واللہ! جب بھی آپ کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ ہوا جو آپ کے لیے تکلیف کا باعث ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس میں آپ کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے خیر پیدا فرما دی۔

(صحيح البخاري، كتاب التيمم ـ باب إذا لم يجد ماءً ولا ترابًا، رقم الحديث: ٣٣٦، صحيح مسلم، كتاب الحيض، باب التيمم رقم الحديث: ١٠٩/ ٣٦٧)

اس حدیث سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ان کلمات کے ساتھ دعا دینا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں عہدِ نبوت میں بھی معروف تھا۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب میرے والد (خنجر سے) زخمی ہوئے، میں ان کے پاس گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف و توصیف بیان کرنے لگے اور کہا:

" جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا" اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: " رَاغِبٌ وَ رَاهِبٌ......"

مجھے اللہ تعالیٰ سے امید بھی ہے اور میں خوف زدہ بھی ہوں۔

(صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب الاستخلاف و ترکه رقم الحدیث: ١١/ ١٨٢٣)

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایک طویل حدیث بیان کرتی ہیں جس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک اعرابی سے کھجوروں کے بدلے میں اونٹ خریدے۔ گھر میں کھجوریں دستیاب نہ ہوئیں، اعرابی کو بتایا تو وہ دھوکے کا واویلا کرنے لگا۔

اس پر آپ ﷺ نے سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے کھجوروں کا پوچھ کر اعرابی کو ان کے پاس بھیجا۔

بعد میں جب اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا تو کہنے لگا:

"جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا فَقَدْ أَوْفَيْتَ وَ أَطْيَبْتَ."

اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا دے، آپ نے پورا پورا اور خوب عمدہ ادا کر دیا۔

(مسند أحمد ٦/ ٢٦٨ ـ ٢٦٩ و في نسخة ٤٣/ ٣٣٧ ـ ٣٣٩ ، رقم الحديث: ٢٦٣١٢ ، وسنده حسن ، محمد بن إسحاق صرح بالسماع عنده)

تعامل صحابہ اور تقریری حدیث سے مذکورہ مسئلہ صراحتاً ثابت ہو جاتا ہے۔

اسی سلسلے میں بڑی واضح اور صریح دلیل درج ذیل ہے: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((جَزَاكُمُ اللّٰهُ مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ خَيْرًا، وَ لَا سِيَّمَا آلَ عَمْرِو بْنِ حَرَامٍ وَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ .)) ''اے انصار! اللہ تعالیٰ تمھیں جزائے خیر دے۔ خاص طور پر آل عمرو بن حرام اور سعد بن عبادہ کو۔'' (السنن الكبرىٰ للنسائي ٧/ ٣٦١ رقم الحديث: ٨٢٢٣ و في نسخة : ٨٢٨١ وسنده صحيح)

علاوہ ازیں ان احادیث سے بھی ہمارا مطلوبہ مفہوم واضح ہوتا ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَشْكُرُ اللّٰهَ مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ.))

''جو شخص لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر گزار نہیں ہوتا۔''

(سنن أبي داود، كتاب الأدب ، باب فى شكر المعروف ، رقم الحديث: ٤٨١١ ، سنن الترمذي كتاب البر و الصلة ـ باب ماجاء فى الشكر لمن أحسن إليك ، رقم الحديث: ١٩٥٧ ، و إسناده صحيح و صححه ابن حبان : ٣٤٠٧)

جہاں تک ان کلمات کی ترغیب والی روایات کا تعلق ہے تو ان کی مختصر تحقیق درج ذیل ہے:

١ : سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے:

((مَنْ صُنِعَ إِلَيْهِ مَعْرُوْفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِهٖ: جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا فَقَدْ أَبْلَغَ فِي الثَّنَاءِ.))

جس کے ساتھ بھلائی کی جائے اور وہ جواباً جزاک اللہ خیراً کہے تو اس نے تعریف کا حق ادا کر دیا۔ (سنن الترمذي ، كتاب البر و الصلة ، رقم الحديث: ٢٠٣٥ ، السنن الكبرىٰ

للنسائي : ۹۹۳۷ وغیرھما وسندہ ضعیف سلیمان التیمی مدلس ہیں اور سماع کی صراحت نہیں ہے)

۲: دوسری روایت: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

دیکھئے مسند الحمیدی (۱۱۹۴) مصنف عبد الرزاق (۳۱۱۸) مصنف ابن ابی شیبہ (۹/۷۰رقم الحدیث:۲۶۵۰۹) وغیرہم وسندہ ضعیف، موسیٰ بن عبیدہ ضعیف راوی ہے۔

۳: اثر: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُكُمْ مَا لَهُ فِيْ قَوْلِهِ لِأَخِيْهِ : جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا لَأَكْثَرَ مِنْهَا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ.“

”اگر کسی کو علم ہو جائے کہ اپنے بھائی کو جزاک اللہ خیراً کہنے کا کتنا اجر و ثواب ہے تو تم کثرت سے ایک دوسرے کو یہ کلمات کہو۔“ (مصنف ابن أبي شيبة ۹/ ۷۰۔۷۱ح ۲۶۵۱۰)

اس کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے راوی طلحہ بن عبید اللہ بن کریز کی ملاقات ثابت نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ (المتوفی: ۵۰ھ) سے اس کی روایت کو منقطع قرار دیا ہے، جبکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ۲۳ھ ہے۔

(المطالب العالية ح ۳۵۷)

حافظ سیوطی نے بھی طلحہ بن عبید اللہ بن کریز عن عمر (رضی اللہ عنہ) کی ایک سند کو منقطع قرار دیا ہے۔ دیکھئے: جمع الجوامع (۲۴/۱۲ ح ۲۲۵۰)

الجامع لعبد اللہ بن وھب (۱۷۴) میں اس کی ایک دوسری سند ہے، لیکن اس کے راوی حسن بن خلیل کے حالات نہیں ملے جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

ان روایات کے ضعف کی وجہ سے صرف ان کلمات کی بیان کردہ فضیلت ثابت نہیں ہوتی، تاہم ان کلمات کے مسنون ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور انھیں موقع برمحل ادا کیا جاسکتا ہے۔ والحمد للہ

تصنیف: امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی رحمہ اللہ ترجمہ و تحقیق: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

اثبات عذاب القبر

۷۹) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''میں نے عمرو بن عامر الخزاعی کو جہنم میں دیکھا وہ اپنی آنتیں گھسیٹ رہا تھا۔ اس نے سب سے پہلے سوائب (بتوں کے لئے جانور چھوڑنے) کا طریقہ جاری کیا تھا۔''
یہ روایت صحیح بخاری و صحیح مسلم میں زہری کی سند سے ہے۔

ایسی روایت عائشہ رضی اللہ عنہا اور جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

۸۰) عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: سورج گرہن ہوا تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے...... الحدیث اور آپ نے فرمایا: ''میں نے جہنم کو دیکھا وہ ایک دوسرے کو جلا رہی تھی۔ جب تم نے مجھے پیچھے ہٹتے دیکھا تھا۔''
اور میں نے عمرو بن لحی کو دیکھا وہ آگ میں اپنی آنتیں گھسیٹ رہا تھا۔ اس نے سب سے پہلے سائبوں کی رسم شروع کی تھی۔'' اسے نبی ﷺ نے روایت کیا ہے۔

۸۱) جابر بن عبداللہ (الانصاری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج کو گرہن لگا...... پھر راوی نے (لمبی) حدیث بیان کی۔ فرمایا: آپ ﷺ نماز میں (کبھی) آگے اور (کبھی) پیچھے ہو رہے تھے۔ پھر آپ نے اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر

....

۷۹) صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب قصة خزاعة، ح ٣٥٢١ و ٤٦٢٣ .
صحيح مسلم ، كتاب الجنة ، باب النار يد خلها الجبارون، ح ٢٨٥٦/ ٥١ .

۸۰) یعنی راوی نے (لمبی) حدیث بیان کی۔ نیز دیکھئے حدیث: ۸۱۔

۸۱) صحيح البخاري، كتاب التفسير، سورة المائدة، باب ما جعل الله من بحيرة، ح ٤٦٢٤ .
صحيح مسلم ، كتاب الكسوف ، باب صلوٰة الكسوف ، ح ٩٠١/ ٣۔ صحيح مسلم، كتاب الكسوف ، باب ما عرض على النبي ﷺ في صلوٰة الكسوف امر الجنة والنار، ح: ٩٠٤/ ٩ .

فرمایا: ''مجھے جنت اور دوزخ دکھائی گئی تو میں جنت کے (اتنا) نزدیک ہوا کہ اگر میں اسکے کچھ خوشے توڑنا چاہتا تو توڑ لیتا، اور مجھے (جہنم کی) آگ دکھائی گئی۔ میں اس ڈر سے پیچھے ہونے لگا کہ وہ تمھیں آ نہ لے۔ اور میں نے حمیر (قبیلے) کی ایک کالی، لمبی عورت کو دیکھا جسے ایک بلی کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا۔ اس بلی کو اس نے باندھ دیا تھا۔ نہ کھانا دیا نہ پانی دیا اور نہ اسے (کھلا چھوڑ کر) زمین میں کھانے پینے کی اجازت دی (تو وہ بلی مرگئی) اور میں نے ابو ثمامہ عمرو بن مالک کو دیکھا وہ اپنی آنتیں آگ میں گھسیٹ رہا تھا۔''

۸۲) جابر (رضی اللہ عنہ) سے (وہی) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج کو گرہن لگا۔ پھر راوی نے (لمبی) حدیث ذکر کی جس میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تم اس طرح کی کوئی چیز (گرہن وغیرہ) دیکھو تو (نفل) نماز پڑھو، تاکہ وہ مصیبت ٹل جائے۔ تمھیں جن چیزوں کا وعدہ کیا گیا ہے، وہ ساری چیزیں میں نے (آج) اپنی نماز میں دیکھ لی ہیں حتی کہ جہنم لائی گئی۔ یہ اس وقت تھا جب تم نے مجھے پیچھے ہٹتے دیکھا تھا۔ مجھے یہ خوف تھا کہ اس کی تپش تمھیں نہ پہنچ جائے۔ میں نے کہا: اے میرے رب! میں ان لوگوں میں ہوں (اور یہ جہنم کا عذاب)؟ حتی کہ میں نے ٹہنی والی کو دیکھا جو جہنم میں اپنی آنتیں گھسیٹ رہا تھا۔ وہ حاجیوں کا سامان اپنی ٹہنی کے ساتھ چرا لیتا تھا۔ جب اسے کوئی آدمی (چوری کرتے) دیکھ لیتا تو وہ کہتا: یہ تو میری چھڑی کے ساتھ اٹک گیا تھا۔ اور جب آدمی غافل ہوتا تو سامان لے کر نو دو گیارہ ہو جاتا۔ میں نے اس میں بلی والی کو دیکھا جس نے بلی کو باندھ دیا تھا اور کھانا نہیں دیا تھا اور نہ اسے چھوڑا تھا، تاکہ زمین میں چل پھر کر کھائے تو وہ بلی بھوک سے مرگئی۔'' اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

۸۳) ابو ایوب انصاری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سورج غروب ہونے کے بعد باہر نکلے تو (کچھ آوازیں سن کر) فرمایا: ''یہ یہودیوں کی آوازیں ہیں۔ انھیں اُن کی

....

۸۲) صحیح مسلم، ح ۹۰۴/ ۱۰ دیکھئے حدیث سابق: ۸۱

۸۳) صحیح، دیکھئے حدیث: ۸۴

قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔‘‘

۸۴) ابوایوب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غروب آفتاب کے بعد باہر نکلے تو آپ نے فرمایا: ’’یہ یہودی ہیں جن کی قبروں میں اُن پر عذاب ہو رہا ہے۔‘‘ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

۸۵) عمرہ بنت عبدالرحمٰن (تابعیہ) سے روایت ہے کہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے سامنے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ذکر کیا گیا کہ میت کو اس کے قبیلے والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بے شک انھوں (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) نے جھوٹ نہیں بولا لیکن وہ بھول گئے ہیں یا انھیں غلطی لگی ہے۔ بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی عورت (کی قبر) کے پاس سے گزرے جس پر اس کے گھر والے رو رہے تھے تو آپ نے فرمایا: ’’بے شک وہ اس پر رو رہے ہیں اور اس کی قبر میں اس پر عذاب ہو رہا ہے۔‘‘ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

۸۶) زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنونجار کے ایک باغ میں داخل ہوئے۔ آپ اپنی خچر پر سوار تھے۔ آپ پانچ یا چھ قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ کی خچر بدک گئی۔ آپ نے فرمایا: ’’تم میں سے کون ان قبر والوں کو جانتا ہے؟‘‘ تو ایک آدمی نے کہا: میں، اے اللہ کے رسول! آپ نے پوچھا: ’’وہ کون ہیں؟‘‘ اس نے کہا: یہ شرک پر

....

۸۴) صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر، ح ۱۳۷۵ .
صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب عرض مقعد المیت من الجنة، ح ۲۸۶۹ .

۸۵) صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب بعد...... باب زیارة القبور، ح ۱۲۸۹ مختصراً
صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب المیت یعذب ببکاء اهله علیه ح ۹۳۲/ ۲۷

تنبیہ: عبداللہ بن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم، دونوں کی حدیثیں صحیح ہیں کسی کو بھی غلطی نہیں لگی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث اس آدمی پر محمول ہے جو خود میت پر چیختا چلاتا تھا اور اپنے گھر والوں کو اس سے منع نہیں کرتا تھا، لہٰذا یہ عذاب اس کے اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہی ہے۔

۸۶) صحیح مسلم، کتاب الجنة باب عرض مقعد المیت من الجنة، ح ۲۸۶۷ .

مرے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس امت کو قبروں میں (دوسری امتوں کی طرح) آزمایا جاتا ہے۔ اور اگر تم (ڈر کے مارے) دفن کرنا نہ چھوڑ دیتے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ تمھیں عذابِ قبر میں سے کچھ سنا دے۔ یعنی جس (عذاب) میں وہ (گرفتار) ہیں۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''اللہ سے قبر کے عذاب کی پناہ مانگو، پھر فرمایا: جو فتنے ظاہر ہو گئے ہیں اور جو چھپے ہوئے ہیں اُن سے اللہ کی پناہ مانگو۔ پھر فرمایا: اللہ سے دجال کے فتنے کی پناہ مانگو۔'' اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

۸۷) انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ اپنے سفید خچر پر تشریف فرما تھے کہ آپ بنو نجار کے ایک باغ کے پاس سے گزرے۔ وہاں ایک قبر میں قبر والے پر عذاب ہو رہا تھا تو خچر بدک گیا۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تم دفن کرنا چھوڑ نہ دیتے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ تمھیں عذابِ قبر میں سے سنا دے۔''

۸۸) انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ایک قبر سے آواز سنی تو فرمایا: ''یہ قبر والا کب مرا ہے؟''
لوگوں نے کہا: جاہلیت میں مرا تھا تو آپ کو یہ بات اچھی لگی، پھر آپ نے فرمایا: ''اگر تم دفن کرنا چھوڑ نہ دیتے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ تمھیں قبر کا عذاب سنا دے۔''

۸۹) انس (رضی اللہ عنہ ہی) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم دفن کرنا چھوڑ نہ دیتے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ تمھیں قبر کا عذاب سنا دے۔'' اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

۹۰) انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بنو نجار کے (ایک باغ میں)

....

۸۷) صحیح، مسند احمد ۳/۱۵۳۔ اسے ابن حبان (موارد ۷۸۶) نے صحیح کہا ہے۔

۸۸) صحیح، مسند احمد (۳/۱۰۳، ۱۱۴)

۸۹) صحیح مسلم، کتاب الجنۃ، باب عرض مقعد المیت، ح ۲۸۶۸

۹۰) إسنادہ حسن، کتاب السنۃ لعبد اللہ بن احمد (۲/ ۵۹۷ ح ۱۴۲۱)

کھنڈرات کے پاس گئے۔ گویا آپ قضائے حاجت کرنا چاہتے تھے، پھر آپ باہر تشریف لائے۔ آپ ڈرے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تم دفن کرنا چھوڑ نہ دیتے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ تمھیں قبر کے عذاب میں سے سنا دے جو میں سنتا ہوں۔'' یہ سند صحیح ہے اور گزشتہ روایات کا شاہد ہے۔

۹۱) انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو طلحہ کے کھجوروں کے باغ میں تھے۔ آپ قضائے حاجت کے لئے جا رہے تھے۔ بلال آپ کے پیچھے چل رہے تھے، وہ آپ کی تکریم کی وجہ سے آپ کے ساتھ نہیں چلتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گزرے تو آپ کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ بلال آپ کے پاس پہنچ گئے۔ آپ نے فرمایا: ''اے بلال! خرابی ہو، کیا تم وہ سنتے ہو جو میں سن رہا ہوں؟''

پھر آپ نے فرمایا: ''قبر والے پر عذاب ہو رہا ہے، پھر جب قبر والے کے بارے میں پوچھا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ یہودی تھا۔''

۹۲) ام مبشر (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، جبکہ میں بنو نجار کے باغ میں تھی اور وہاں اُن لوگوں کی قبریں تھیں۔ آپ فرما رہے تھے: ''عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! قبر (والوں) کے لئے عذاب ہوتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ''انھیں قبر میں عذاب دیا جاتا ہے جسے جانور سنتے ہیں۔'' اور یہ بھی سابقہ روایات کا شاہد ہے۔

۹۳) انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بلال،

....

۹۱) **إسناده صحيح**، مسند أحمد (۳/ ۱۵۱).

۹۲) **إسناده صحيح**، مسند احمد (۷/ ۳۶۲)۔ اسے ابن حبان (الموارد: ۷۸۷) نے صحیح کہا ہے۔

۹۳) **صحيح**، مسند احمد (۳/ ۲۵۹)۔ اسے حاکم (۱/ ۴۰) وذہبی دونوں نے صحیح کہا ہے۔

دونوں بقیع (کے قبرستان) میں چل رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے بلال! کیا تم (وہ) سن رہے ہو جو میں سن رہا ہوں؟'' انھوں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں (کچھ) نہیں سن رہا۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تو سُن نہیں رہا کہ قبروں والوں کو عذاب ہو رہا ہے۔'' شیخ (امام بیہقی) نے کہا: یہ سند بھی صحیح ہے اور سابقہ روایات کا شاہد ہے۔

جو شخص اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے ان تمام دلائل میں اس بات کا ثبوت ہے کہ اس آدمی کو بھی عذاب ہوتا ہے جس کا جسم ہماری آنکھوں کے سامنے گل سڑ گیا اور مٹی ہو چکا ہوتا ہے۔ جسے اللہ چاہتا ہے وہ سُن لیتا ہے اور مشاہدہ کر لیتا ہے اور جسے نہیں چاہتا وہ نہ سنتا ہے اور نہ مشاہدہ کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کی آوازیں سنی تھیں جن پر عذاب ہو رہا تھا اور آپ کے ساتھ جو صحابہ کرام تھے انھوں نے وہ آوازیں نہیں سنی تھیں۔ آپ نے جب سورج گرہن والی نماز پڑھی تو اس شخص کو دیکھا جو آگ میں اپنی آنتیں گھسیٹ رہا تھا اور اسے دیکھا جسے چوری (کی سزا) میں عذاب ہو رہا تھا، اور اس عورت کو دیکھا جسے بلی (کو ناحق قتل کرنے) کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا۔ حالانکہ یہ لوگ اپنے زمانے والوں کی نظروں میں مٹی ہو چکے تھے۔ جن لوگوں نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی انھوں نے یہ (عذاب زدہ اشخاص) نہیں دیکھے جو آپ نے دیکھے تھے۔

صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب میں مختلف مقامات پر کئی گروہوں کو متعدد جرائم (کی وجہ سے) عذاب میں دیکھا اور (یہ مسلّم ہے کہ) نبیوں کے خواب وحی ہوتے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ عذاب زدہ اشخاص ہماری نظروں میں مٹی بن چکے ہوں۔

۹۴) سمرہ بن جندب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب (صبح کی) نماز پڑھتے تو ہماری طرف چہرہ کر کے فرماتے: ''آج رات تم میں سے کس نے کوئی خواب دیکھا ہے؟'' اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو آپ کو بتا دیتا اور اس پر جو اللہ چاہتا کلام فرما دیتے (یا تعبیر بتا

....

۹۴) صحیح البخاری، کتاب الجنائز باب بعد...... باب ما قیل فی اولاد المشرکین، ح ۱۳۸٦۔ صحیح مسلم، ح ۲۲۷۵ مختصراً جداً۔

دیتے) ایک دن آپ نے ہم سے پوچھا: ”کیا تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟“ ہم نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: ”میں نے آج رات (خواب میں) دو آدمیوں کو دیکھا، وہ میرے پاس آئے اور مجھے مقدس زمین کی طرف لے گئے، پھر میں نے دیکھا کہ ایک آدمی بیٹھا ہے اور دوسرا لوہے کی ایک درانتی (کانٹے دار ہتھیار) لئے (اس کے پاس) کھڑا ہے۔ وہ اسے بیٹھے آدمی کے منہ میں ایک طرف داخل کر کے گدی تک چیر رہا ہے، پھر دوسری طرف بھی اسی طرح کر رہا ہے۔

جب ایک طرف کی باچھ چرتی ہے تو دوسری طرف کی باچھ پہلے کی طرح صحیح ہو جاتی ہے۔ یہ کام مسلسل جاری ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے (جس کی باچھیں چری جا رہی ہیں؟) تو انھوں نے کہا: چلو، پھر ہم چلے حتی کہ ایک شخص کے پاس پہنچے جو گدی کے بل لیٹا ہوا تھا اور اس کے سر کے پاس دوسرا آدمی کھڑا، پتھر کے ساتھ اس کے سر کو کچل رہا تھا۔ جب وہ اسے (زور سے) مارتا تو پتھر (تھوڑا دور) لڑھک جاتا۔ پس وہ پتھر کو لینے کے لئے جاتا تو اس کے آنے سے پہلے ہی لیٹے ہوئے آدمی کا سر پہلے کی طرح صحیح ہو جاتا، تو وہ دوبارہ اسے مارتا۔ میں نے پوچھا: یہ (لیٹا ہوا شخص) کون ہے؟ تو انھوں نے کہا: چلو، پھر ہم چلے تو ایک تندور نما گھر کے پاس پہنچے جس کا (اوپر والا حصہ تنگ اور نیچے والا حصہ (خوب) کھلا تھا۔ اس تندور میں آگ جل رہی تھی۔ جب آگ ان کے قریب آتی (اور بھڑکتی) تو وہ بلند ہو جاتے حتی کہ قریب تھا کہ وہ اس (تندور) سے باہر نکل جائیں۔ اور جب آگ ہلکی پڑتی تو وہ نیچے لوٹ جاتے۔ اس (تندور) میں ننگے مرد اور ننگی عورتیں تھیں، میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ تو انھوں نے کہا: چلو، پھر ہم چلے حتی کہ ہم خون کی ایک نہر کے پاس پہنچے۔ ایک آدمی نہر کے درمیان تھا، اور دوسرا آدمی کنارے پر (بہت سے پتھر) لیے کھڑا تھا۔ نہر کے اندر والا آدمی جب بھی نہر سے نکلنے کی کوشش کر کے (کنارے کے قریب) پہنچتا تو دوسرا آدمی اس کے منہ پر (زور سے) پتھر مارتا جس کی وجہ سے وہ اپنی سابقہ جگہ پر دوبارہ لوٹ جاتا۔ میں نے کہا: یہ کون ہے؟ تو وہ دونوں بولے: چلو، پھر ہم چلے تو ایک سبز باغ میں پہنچے۔ وہاں

ایک بڑا درخت تھا۔ اس درخت کی جڑ میں ایک بوڑھا آدمی اور بچے موجود تھے اور ایک آدمی اس کے قریب، درخت کے سامنے آگ جلا رہا تھا۔ پھر وہ مجھے درخت کے اوپر لے گئے۔ انھوں نے مجھے ایک ایسے گھر میں داخل کیا کہ اس جیسا خوبصورت (گھر) میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ اس میں بوڑھے آدمی، نوجوان، عورتیں اور بچے تھے۔ پھر وہ مجھے وہاں سے نکال کر، اس سے بھی بہترین اور خوبصورت درخت پر دوسرے گھر میں لے گئے۔ اس میں بوڑھے اور جوان موجود تھے۔ میں نے کہا: تم دونوں نے آج رات مجھے سیر کرائی ہے تو یہ بھی بتا دو جو کچھ میں نے دیکھا ہے (کیا ہے؟) انھوں نے کہا: جی ہاں (بتا دیتے ہیں)

جس شخص کو آپ نے دیکھا کہ اس کی باچھیں چیری جا رہی ہیں وہ (دنیا میں) جھوٹا آدمی تھا۔ جھوٹ بولتا تو اس کا جھوٹ چاروں طرف پھیل جاتا۔ قیامت تک اس کے ساتھ یہی معاملہ کیا جاتا رہے گا۔

اور جسے آپ نے دیکھا کہ اس کا سر کچلا جا رہا تھا یہ وہ آدمی ہے جسے اللہ نے قرآن کا علم دیا تو وہ رات کو نماز میں قرآن پڑھنے کے بغیر ہی غافل ہو کر سو جاتا اور دن کو بھی اس پر عمل نہیں کرتا تھا۔ قیامت تک اس کے ساتھ یہی معاملہ کیا جاتا رہے گا، اور جنہیں آپ نے تنور نما سوراخ میں دیکھا ہے وہ زانی لوگ ہیں، اور جسے آپ نے (خون کی) نہر میں دیکھا ہے وہ سود کھانے والوں میں سے ہیں۔ درخت کے نیچے بوڑھے آدمی ابراہیم علیہ السلام ہیں اور ان کے ارد گرد بچے، لوگوں کے بچے ہیں (جو نابالغ مر گئے تھے) اور جو آگ جلا رہا ہے وہ جہنم کا داروغہ ہے۔ پہلا گھر جہاں آپ داخل ہوئے عام مؤمنین کا گھر ہے اور یہ گھر شہیدوں کا گھر ہے اور میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل ہے۔ اپنا سر اٹھائیں۔

میں نے سر اٹھایا تو اپنے اوپر بادلوں جیسا ایک مقام دیکھا (جس میں انتہائی خوبصورت محل تھا) انھوں نے کہا: یہ آپ کی منزل ہے۔

میں نے کہا: مجھے چھوڑ دو تاکہ میں اپنی منزل میں داخل ہو جاؤں تو انھوں نے کہا: ابھی آپ کی عمر باقی ہے جسے آپ نے پورا نہیں کیا۔ جب آپ یہ عمر پوری کر لیں گے تو اپنے مقام پر

آ جائیں گے۔'' اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

۹۵) ابوامامہ الباہلی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو (یہ) فرماتے سنا: ''ایک دفعہ میں سویا ہوا تھا کہ دو آدمی آئے اور مجھے بازو سے پکڑ کر (اوپر) لے گئے ۔وہ ایک بے آب وگیاہ پہاڑ کے پاس پہنچے تو مجھے کہا: چڑھو۔ میں نے کہا: میں اس کی طاقت نہیں رکھتا، تو انھوں نے کہا: ہم اسے آپ کے لیے آسان کردیں گے (آپ کوشش تو کریں) پھر جب میں چڑھا تو کیا دیکھتا ہوں پہاڑ کے درمیان میں بڑی سخت آوازیں ہیں۔ میں نے کہا: یہ کون سی آوازیں ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ دوزخیوں کی چیخیں ہیں۔ پھر وہ مجھے لے گئے تو ہمارا گزر ایک ایسی قوم سے ہوا جنھیں الٹا لٹکایا گیا تھا۔ ان کے ہونٹ چیرے جا رہے تھے جن سے خون بہہ رہا تھا۔ میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ انھوں نے کہا: (رمضان میں) روزہ کھلنے سے پہلے ہی کھاتے پیتے رہتے تھے (یعنی روزے نہیں رکھتے تھے)'' ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: یہود اور نصاریٰ تباہ ہوگئے۔

سلیم (بن عامر، تابعی) نے کہا: مجھے یہ معلوم نہیں کہ یہ الفاظ ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) کے اپنے الفاظ ہیں یا انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کئے ہیں۔ پھر وہ مجھے ایک قوم کے پاس لے گئے جن کے پیٹ پھولے ہوئے اور سخت بدبودار تھے۔ان کا انتہائی برا منظر تھا۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ کہا: یہ وہ کافر ہیں جو میدان جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔ پھر وہ مجھے ایک ایسی قوم کے پاس لے گئے جن کے پیٹ پھولے ہوئے تھے حال انتہائی برا تھا اور پاخانے سے زیادہ گندی بو تھی۔

میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ زانی مرد اور زانی عورتیں ہیں، پھر وہ مجھے ایک جگہ لے گئے جہاں عورتوں کے پستانوں کو سانپ نوچ رہے تھے۔ میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ وہ عورتیں جو (جان بوجھ کر، بغیر کسی عذر کے) اپنی اولاد کو دودھ نہیں

....

۹۵) إسناده صحيح، ابن خزيمه (۳/ ۲۳۷ ح ۱۹۸۶) ابن حبان (موارد ۱۸۰۰) حاكم (۱/ ۴۳۰، ۲/ ۲۰۹، ۲۱۰) نیز ذهبي نے بھی صحیح کہا ہے۔

پلاتی تھیں۔ پھر وہ مجھے بچوں کے پاس لے گئے جو دو نہروں کے درمیان کھیل رہے تھے۔ میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا: یہ مؤمنوں کے بچے ہیں۔ پھر وہ مجھے اوپر لے گئے۔ دیکھا کہ تین آدمی (جنت کی) شراب پی رہے ہیں۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ جعفر (بن ابی طالب)، زید (بن حارثہ) اور (عبداللہ) بن رواحہ ہیں۔ پھر وہ مجھے اور اوپر لے گئے تو میں نے تین آدمی دیکھے۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ کہا: یہ ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام ہیں اور آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔''

۹۶) ابو رافع (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ بقیع غرقد میں تھا۔ میں آپ کے پیچھے چل رہا تھا، اتنے میں آپ نے فرمایا: ''نہ تو سیدھی راہ پر چلا اور نہ ہدایت قبول کی۔'' آپ نے یہ بات تین بار فرمائی۔ تو ابو رافع نے (پریشان ہو کر) کہا: یا رسول اللہ! مجھے کیا ہو گیا ہے (جو آپ یہ فرما رہے ہیں؟) تو آپ نے فرمایا: ''میں تجھے نہیں کہہ رہا، میں اس قبر والے کو کہہ رہا ہوں، اس سے میرے بارے میں پوچھا جا رہا ہے تو وہ کہتا ہے کہ وہ مجھے نہیں جانتا۔'' دیکھا تو یہ قبر (تازی) تھی۔ جس میں قبر والے کو دفن کیا گیا تھا۔ اور پانی چھڑکا گیا تھا۔

....

۹۶) إسنادہ ضعیف، عباد اور اس کے دادا کی توثیق نہیں ملی۔ اسی طرف حافظ ہیثمی نے بھی اشارہ کیا ہے۔

(مجمع الزوائد ۳/ ۵۳ و قال: و فيه من لم أعرفه)

اس کی دیگر سندیں بھی ضعیف ہیں دیکھئے کشف الأستار (۱/ ۴۷) والمعجم الكبير للطبراني (۱/ ۳۲۵ ح ۹۶۱)

ابوالاسجد محمد صدیق رضا

''مِنْ دُوْنِ اللّٰہ'' کا صحیح مفہوم

(قسط:۴)

چھٹی دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَھَنَّمَ ط اَنْتُمْ لَھَا وٰرِدُوْنَ o لَوْ کَانَ ھٰٓؤُلَآءِ اٰلِھَۃً مَّا وَرَدُوْھَا وَ کُلٌّ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ o لَھُمْ فِیْھَا زَفِیْرٌ وَّ ھُمْ فِیْھَا لَا یَسْمَعُوْنَ o اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَھُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓی اُوْلٰٓئِکَ عَنْھَا مُبْعَدُوْنَ﴾

''بے شک تم اور جو کچھ اللہ کے سوا تم پوجتے ہو سب جہنم کے ایندھن ہو تمہیں اس میں جانا۔ اگر یہ خدا ہوتے تو جہنم نہ جاتے اور ان سب کو ہمیشہ اس میں رہنا۔ وہ اس میں چیخیں گے اور وہ اس میں کچھ نہ سنیں گے۔ بے شک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔'' (الانبیاء:۹۸۔۱۰۱، ترجمہ از احمد رضا خان صاحب)

ان آیات کی تفسیر میں کرم شاہ بھیروی صاحب نے لکھا:

''یہاں خطاب مشرکین مکہ سے ہے کہ تمہیں اور تمہارے پتھر کے گھڑے ہوئے ان خداؤں کو جہنم کا ایندھن بنا دیا جائے گا۔ ما غیر ذوی العقول کے لئے ہے اس لئے اس میں فرشتے عزیر اور عیسیٰؑ داخل نہیں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو عبداللہ بن الزبعری نے اعتراض کیا کہ پھر تو صرف ان کی بھی عبادت کرتے ہیں۔ یہ سنکر حضورؐ نے ارشاد فرمایا نعم کل من احبَّ ان یعبد من دون اللّٰہ فھو مع من عبدہ ہاں ہر وہ آدمی جس نے یہ پسند کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی بھی پوجا کی جائے اسے بھی اپنے پجاریوں کے ساتھ دوزخ میں پھینک دیا جائے گا'' (ضیاء القرآن ۳/۱۸۷)

جی ہاں، یقیناً لیکن جو اپنی عبادت کی دعوت نہیں دیتے تھے بلکہ خود بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور لوگوں کو بھی اللہ ہی کی عبادت کی دعوت دیتے تھے، جیسے انبیاء علیہم السلام اور

اولیاءِ کرام وہ اس کا مصداق نہیں اُن کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کا اچھا وعدہ ہے، ان آیات کے مطابق وہ یقیناً جہنم سے دور ہوں گے۔ بعض دیگر بریلوی مفسرین کی طرح سعیدی صاحب نے بھی ابن الزبعری کا یہ اعتراض نقل کیا اور لکھا:

''جب قریش نے یہ لغو اعتراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ... بے شک جن لوگوں کے لئے ہماری طرف سے اچھی جزا پہلے مقرر ہو چکی ہے وہ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے'' (تبیان القرآن ۷/ ۲۶۷)

نیز سعیدی صاحب نے بھی لکھا:

''ان کا یہ اعتراض لغو تھا کیونکہ عربی زبان میں ''ما'' غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے اور حضرت عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام ذوی العقول ہیں۔ سو یہ آیت ان پر چسپاں نہیں ہوتی''

(حوالہ بالا)

بلاشبہ وہ اس آیت کا مصداق نہیں، لیکن یہ بات درست نہیں کہ لفظ ''ما'' غیر ذوالعقول کے لئے ہی استعمال ہوتا ہے۔ درحقیقت یہ ذوی العقول اور غیر ذوی العقول ہر دو کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ فریقِ ثانی کو ذوالعقول کے لئے استعمال سے انکار ہے تو اس کی چند مثالیں ملاحظہ کیجئے:

۱: اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ وہ کہیں:

﴿وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ﴾ (الکافرون: ۳، ۵)

خود سعیدی صاحب نے اس طرح ترجمہ لکھا:

''نہ تم اُس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں'' (تبیان القرآن ۱۲/ ۱۰۱۲)

نبی کریم ﷺ صرف اور صرف اللہ عزوجل ہی کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اس آیت میں لفظ ''ما'' اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے استعمال ہوا۔

۲: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ (صٓ: ۷۵) ''فرمایا اے ابلیس! تجھے اس کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جس

کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا'' (ترجمہ از سعیدی، تبیان: ۱۳۴/۱۵)

اور اس کی تفسیر میں لکھا: '' حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا: میں نے اس کو اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے'' (حوالہ بالا ۱۰/ ۱۴۹)

سیدنا آدم علیہ السلام یقیناً ذوی العقول میں سے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ '' لِمَا خَلَقْتُ '' فرمایا ''لِمن خَلَقْتُ'' نہیں فرمایا۔ ثابت ہوا کہ ''ما'' ذوالعقول کے لئے بھی آتا ہے، جیسا کہ سیدنا آدم علیہ السلام کے لئے وارد ہوا۔

۳: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (النساء:۳)

سعیدی نے ترجمہ لکھا: ''تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو''

(تبیان القرآن ۲/ ۵۴۶)

''ما'' کا لفظ خواتین کے لئے وارد ہوا جو ذوی العقول ہیں۔ ''مَنْ طَابَ لَكُمْ'' نہیں فرمایا گیا۔

۴: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ اٰبَاۗؤُكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ﴾ (النساء:۲۲)

سعیدی صاحب نے ترجمہ کیا: ''اور ان عورتوں کے ساتھ نکاح نہ کرو جن کے ساتھ تمہارے باپ دادا نکاح کر چکے ہیں'' (تبیان ۲/ ۶۰۳)

اس آیت میں بھی عورتیں جو ذوی العقول ہیں ان کے لئے ''ما'' کا لفظ وارد ہوا، یہاں بھی ''مَنْ نَكَحَ'' نہیں فرمایا گیا۔ یقیناً پتھر کے بے جان بتوں سے نکاح نہیں ہوتا۔

۵، ۶، ۷: قرآن مجید میں کئی بار ارشاد ہوا: ﴿مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ (النساء:۳، ۲۴، ۲۵)

سعیدی صاحب نے ترجمہ کیا: ''یا اپنی مملوکہ کنیزوں سے'' (تبیان ۲/ ۵۴۶)

دوسری جگہ ترجمہ کیا: ''جن عورتوں کے تم مالک بن جاؤ۔'' (تبیان ۲/ ۶۲۰)

یہاں بھی مملوکہ عورتوں کے لئے ''ما'' کا لفظ وارد ہوا، حالانکہ وہ ذوالعقول ہیں، ان کے لئے ''من ملکت ایمانکم'' کا لفظ نہیں آیا۔

۸: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ﴾ (البلد: ۳)

سعیدی ترجمہ: ''اور (انسان کے) والد کی قسم اور اس کی اولاد کی'' (تبیان ۱۲/ ۷۴۶)

تفسیر میں لکھا: والد سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور اس کی اولاد سے مراد ان کی نسل ہے۔ (ایضاً ۱۲/ ۷۵۲)

گویا یہاں پوری نسل انسان کے لئے ''ما'' کا لفظ وارد ہوا۔ کیا پوری کی پوری انسانیت غیر ذوی العقول ہے۔ (معاذ اللہ) مثالیں تو اور بھی دی جاسکتی ہیں کہ لفظ ''ما'' ذوی العقول کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اگر یہ استعمال اس قدر غلط و بعید از قواعد لغت ہوتا تو قرآن مجید میں اس کی کئی مثالیں قطعاً وارد نہ ہوتیں۔ اگر یہ اتنا ہی ناممکن ہوتا جتنا کہ مرادآبادی، گجراتی، سعیدی اور بھیروی وغیرہم بریلویوں نے سمجھ رکھا ہے تو (بشرط ثبوت) ایسے کسی اعتراض پر افصح الناس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ ان کے خدام میں سے کوئی خادم ہی کہہ دیتا، نادانوں تمھیں کیا ہو گیا ہے اپنی ہی زبان سے اس طرح جہالت کی حد تک بے خبر ہو کہ یہ تک نہیں جانتے کہ ''ما'' ذوی العقول کے لئے تو آتا ہی نہیں، عیسیٰ علیہ السلام، عزیر و ملائکہ علیہم السلام تو ذوالعقول ہیں، پھر تمہارا اعتراض کس قدر غلط اور لغو ہے۔!!!

صحیح سند کے ساتھ ایسی کوئی بات یا جواب میرے علم میں نہیں، اگرچہ بعض مفسرین نے بغیر سند کے ایسا کچھ لکھ رکھا ہے۔ الغرض کہ سورۃ الانبیاء کی ان آیات سے بھی ''من دون اللہ'' کا مفہوم خوب واضح ہو جاتا ہے کہ اس میں انبیاء علیہم السلام، ملائکہ اور نیک بندے بھی شامل ہیں وگرنہ اس وضاحت کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ مزید وضاحت کے لئے تفسیر قرطبی میں سورۂ انبیاء کی ان آیات کی تفسیر دیکھ لی جائے۔

فریقِ ثانی کے مغالطات

مثبت دلائل کے بعد اب یہ دیکھئے کہ فریق ثانی ان نصوص قطعیہ صریحہ کے خلاف کیا مغالطات دیتے ہیں اور ان مغالطات کا کیا جواب ہے۔ نعیمی گجراتی صاحب نے اگر اس مسئلہ پر کوئی تفصیلی بحث کی بھی ہے تو ہمارے علم میں نہیں، البتہ جہلم کے غلام نصیر الدین

سیالوی صاحب نے اپنی کتاب میں بزعم خود چند دلائل دیے ہیں، اسی طرح طاہر القادری صاحب نے بھی اس بات کو الجھانے کے لئے کافی جتن کیے ہیں۔ اس مضمون میں ہم سیالوی صاحب کے نام نہاد دلائل کا جائزہ لے رہے ہیں، ان شاء اللہ کسی دوسری فرصت میں قادری مغالطات پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔ ان کے جوابات ملاحظہ کیجئے:

پہلا سیالوی مغالطہ: اپنی پہلی دلیل دیتے ہوئے سیالوی مذکور نے لکھا:

''ان (من دون اللہ) کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ﴾ (الحج:۶۲) اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور جس کو یہ پکارتے ہیں اس کے سوائے سو وہ باطل ہے۔ قابل غور امر یہ ہے کہ اگر انبیاء و اولیاء بھی (من دون اللّٰہ) میں شامل ہوں تو لازم آئیگا کہ وہ باطل ہوں حالانکہ انبیاء و اولیاء کو باطل کہنا ان کی توہین ہے'' (ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی تحقیق ص ۱۷۹۔۱۸۰)

جواب: اس دلیل کی حقیقت جاننے سے پہلے یہ دیکھ لیجئے کہ اپنی اسی نام نہاد ''علمی تحقیق'' میں سیالوی صاحب نے ''من دون اللہ'' کا ترجمہ کیا لکھا ہے؟

۱: ''(فاطر:۱۳) جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو'' (ص ۱۸۱)

۲: ''(التوبہ:۱۱۶) تمہارا اللہ کے علاوہ نہ کوئی مددگار ہے'' (ص ۱۸۵)

۳: ''(الحج:۷۳) جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو'' (ص ۱۸۶)

محولہ بالا تین آیات میں ''من دون اللّٰہ'' کی ترکیب وارد ہوئی، آپ دیکھ سکتے ہیں کہ خود سیالوی مذکور نے تینوں جگہ ترجمہ میں لکھا: ''اللہ کے علاوہ'' کیا سیالوی مذکور صاف الفاظ میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ''انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے علاوہ نہیں ہیں''؟ بہرحال ''اللہ کے علاوہ'' یا ''اللہ کے سوا'' کا کیا مفہوم ہے یہ ہم آغاز میں عرض کر آچکے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ آیت نقل کر کے اس کی جس تشریح کو سیالوی صاحب نے توہین قرار دیا، بلاشبہ وہ تشریح انبیاء علیہم السلام کی توہین ہی ہے اور یقیناً یقیناً باطل ہے۔ لیکن اس آیت

کا تو یہ مفہوم ہے ہی نہیں۔ درحقیقت اس آیت میں معبودوں کو نہیں بلکہ ان کی عبادت کیے جانے کو باطل قرار دیا گیا ہے۔ سب سے پہلے چند نامور بریلوی اکابر سے اس آیت کا درست ترجمہ ملاحظہ کیجئے:

۱: احمد سعید کاظمی ملتانی صاحب نے ترجمہ کیا:

''یہ اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور (یہ مشرکین) اللہ کے سوا جس کی عبادت کرتے وہ باطل ہے'' (البیان، ترجمہ، حج:۶۲)

۲: ابوالحسنات قادری نے ترجمہ کیا:

''یہ اس لئے کہ اللہ حق ہے اور اس کے سوا جسے پوجتے ہیں وہی باطل ہے''

(تفسیر الحسنات ۴/۳۹۳)

۳: سعیدی صاحب نے ترجمہ کیا:

''اللہ ہی حق ہے اور یہ (مشرکین) اس کے سوا جس کی عبادت کرتے ہیں وہ باطل ہے''

(تبیان ۷/۷۷۵)

پھر اس کی تفسیر میں لکھا:

''کیونکہ اللہ ہی حق ہے... اور اس کی عبادت کرنا حق ہے اور اس کے غیر کی عبادت کرنا باطل ہے'' (ایضاً ۷/۷۹۲)

ان تراجم و تفسیر سے یہ بات واضح ہے کہ آیات میں خود ''**من دون اللّٰہ**'' کو باطل نہیں کہا گیا بلکہ ان سے ''دعا'' کو باطل کہا ہے۔ ''**یدعون**'' کا مصدر ''دعا'' ہے اور آیت میں ضمیر کا مرجع یہ ''دعا'' ہے جو کہ واحد ہے۔ مشرکین جن کو پکارتے تھے وہ بہت سے ہیں۔ اگر مزید وضاحت چاہیں تو قرآن مجید کی اس آیت پر غور کرلیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿**لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ لَهُمْ بِشَیْءٍ**﴾ الآیۃ

''اسی کو پکارنا حق ہے اور جن لوگوں کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی التجا قبول نہیں کر

سکتے...'' (الرعد:۱۴)

دونوں آیات پر غور کریں تو واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پکارنا حق ہے اور غیر اللہ کو پکارنا یعنی اُن سے دعا مانگنا باطل ہے۔ اس سے انبیاء علیہم السلام کی توہین قطعاً لازم نہیں آتی۔ سیالوی مغالطہ کافور ہو جاتا ہے۔

دوسرا سیالوی مغالطہ: سیالوی صاحب نے بزعم خود اپنی دوسری دلیل دیتے ہوئے لکھا:

''ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ﴾ (الاعراف:۳) نہ چلو اس کے سوا بھی رفیقوں کے پیچھے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے ''من دونه'' کی اتباع سے منع فرمایا ہے اگر انبیاء و اولیاء بھی (من دون اللّٰه) میں داخل ہوں تو ان کی اتباع بھی منع ہوگی حالانکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (آل عمران:۳۱) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی اللہ تعالیٰ مومنین کو تلقین فرما رہے ہیں پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم (من دون اللہ) میں داخل کیسے ہو سکتے ہیں۔''

(ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی تحقیق ص ۱۸۰)

جواب: معلوم نہیں سیالوی صاحب واقعی اتنے بے علم ہیں یا اپنی بات منوانے کے لئے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے اس سخن سازی پر مجبور ہوئے، اور یہ غلطیاں جمع کر دیں وہ بھی ''نفیس بحث'' کے خوشنما عنوان سے۔

قارئین کرام! ان کے اس فریب کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے مکمل آیت ملاحظہ کیجئے: ﴿اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اے لوگو اس پر چلو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اترا اور اُسے چھوڑ کر حاکموں کے پیچھے نہ جاؤ بہت ہی کم سمجھتے ہو''

(ترجمہ از احمد رضا خان بریلوی، الاعراف:۳)

آسان الفاظ میں اس آیت کا ترجمہ ہے:

''اس چیز کی پیروی کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اس

کے علاوہ اولیاء کی پیروی مت کرو، تم بہت کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو۔" (الاعراف:۳)

اس آیت میں پہلے " منزل من اللہ "مطلب "اللہ کی طرف سے نازل شدہ" کی اتباع کا حکم ہے اور پھر " من دونہ " اس نازل شدہ کے علاوہ کی پیروی کی ممانعت ہے۔ یہاں " من دونہ " کا مطلب سرے سے یہ نہیں کہ "اللہ کے علاوہ" بلکہ مطلب یہ ہے کہ "اللہ کی طرف سے نازل شدہ کے علاوہ" ادنیٰ درجے کے طلبا سے بھی یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی کہ "دونِہٖ" میں "ہٖ" ضمیر کا مرجع "منزل من اللہ" ہے نہ کہ اللہ۔ اور خاں صاحب کے ترجمے سے بھی یہ بات واضح ہے۔ سیالوی صاحب کے علاوہ شاید ہی کسی فرد نے جہالت کی حد تک ایسی غلط تشریح کی ہو۔ اگر سیالوی صاحب ایسے ہی نادان طفل مکتب نہیں تو یہ صریح دھوکا ہے۔

" منزل من اللہ " کیا ہے؟ اب ذرا اس کی بھی وضاحت ہو جائے کہ منزل من اللہ کیا ہے؟ اہل حق کی طرح بریلوی بھی اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن و حدیث ثابت منزل من اللہ ہیں۔ بعض بریلوی علماء کی تصریحات ملاحظہ کیجئے:

۱: پیر کرم شاہ بھیروی صاحب نے اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا:

"فرمایا جا رہا ہے ہم نے اپنے رسول اکرمؐ کے ذریعے ان کی طرف جو شریعت، جو احکام نازل کئے ہیں اس کی تعمیل سے سرِ مُو انحراف نہ کریں اور انہیں چھوڑ کر کسی اور نظامِ قانون کا اتباع نہ کرنے لگیں۔ علماء محققین نے تصریح کی ہے کہ جس طرح احکام قرآنی منزل من اللہ ہیں اسی طرح وہ احکام جن کو زبانِ رسالت نے بیان کیا ہے وہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتی رائے نہیں بلکہ وحی الٰہی ہیں یعنی الکتاب والسنۃ (القرطبی) و یعم القرآن و السنۃ لقولہ تعالی و ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی (بیضاوی) علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ ان سے مراد کتاب وسنت دونوں ہیں کیونکہ سنت نبوی بھی منزل من اللہ ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے کہ میرا محبوب اپنی ذاتی خواہش

سے تو بولتا بھی نہیں جو بذریعہ وحی اسے حکم ملتا ہے وہی اس کی زبان پر آتا ہے“

(ضیاء القرآن ۲/۱۰)

۲: ان کے ”سعید الملت“ غلام رسول سعیدی صاحب نے لکھا:

”اس آیت میں امت کو یہ حکم دیا ہے کہ نبی ﷺ پر جو کچھ نازل کیا گیا ہے وہ اس کی اتباع کریں اور اس پر عمل کریں، اور اس آیت میں احادیث مبارکہ کے حجت ہونے پر دلیل ہے، کیونکہ جس طرح نبی ﷺ پر قرآن مجید نازل کیا گیا ہے اسی طرح آپ پر احادیث مبارکہ بھی نازل کی گئی ہیں... اس آیت کے علاوہ اور بھی متعدد آیات میں احادیثِ مبارکہ کے حجت ہونے پر دلیل ہے۔“ (تبیان القرآن ۴/ ۳۸)

الغرض کہ اس آیت میں قرآن وحدیث کی پیروی کا حکم ہے اور اس کے علاوہ اولیاء کی پیروی کی ممانعت ہے۔ نبی کریم ﷺ کی اتباع سے کوئی کافر ہی انکار کرسکتا ہے، لیکن وہ ”من دون اللہ“ تھے؟ نعوذ باللہ! نہیں تھے۔ اور آیت میں ”من دون اللہ“ کی نہیں بلکہ ”من دون اللہ أنزل اللہ“ کی اتباع سے ممانعت ہے۔ اس آیت سے بھی سیالوی خواب پورا نہیں ہوتا۔

تیسرا سیالوی مغالطہ: لکھا ہے:

”ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ﴾ (فاطر: ۱۳) جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی پر موجود باریک جھلی کے بھی مالک نہیں۔ یہ آیت بھی اس پر واضح دلیل ہے کہ ”من دون اللہ“ میں انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم الرضوان داخل نہیں ہیں“ (ندائے یارسول اللہ ﷺ ...ص)

جواب: حسبِ معمول اس مقام پر بھی سیالوی صاحب بے سوچے سمجھے بول اٹھے ہیں، وگرنہ ان کے اس اشکال کا حل تو ان کے اپنے ترجمہ میں ہی موجود ہے، موصوف نے ترجمہ میں صاف صاف لکھ رکھا ہے: ”اللہ کے علاوہ“

سیالوی صاحب یہ قطعاً نہیں کہہ سکتے کہ انبیاء کرام علیہم السلام ''اللہ کے علاوہ'' نہیں بلکہ اللہ ہی ہیں (نعوذ باللہ) اگر وہ ایسا نہیں کہتے اور امید ہے کہ نہیں کہیں گے تو سوچیں کہ یہ کس طرح لکھ دیا کہ ''(من دون اللہ) میں انبیاء کرام علیہم السلام ... داخل نہیں ہیں'' یہ کہنے کا واضح مطلب یہی ہے کہ ''انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اللہ کے علاوہ نہیں'' چونکہ ''**من دون اللہ**'' کا ترجمہ خود جناب نے بھی ''اللہ کے علاوہ'' ہی کیا ہے۔

مزید وضاحت کے لئے آیت بھی ملاحظہ کیجئے جو اسی تسلسل میں ہے، پھر چند بریلوی علماء کی تفاسیر ملاحظہ کیجئے، سیالوی مغالطہ کا بطل مزید واضح ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''**وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ○ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَ لَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ**''

''اور وہ (باطل معبود) جنھیں اللہ کے سوا تم پوجتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے کسی چھلکے کے (بھی) مالک نہیں (اے مشرکو) اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہ سنیں اور اگر سن بھی لیں تو وہ تمہاری التجا کو قبول نہ کر سکیں گے اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کریں گے (اور اے سننے والے) تجھے (کوئی) نہ بتائے گا خبر رکھنے والے کی طرح''

(فاطر: ۱۳۔۱۴، ترجمہ از کاظمی ملتانی صاحب)

تنبیہ: کاظمی صاحب نے اکثر مقامات کی طرح اس مقام پر بھی ''تَدْعُوْنَ'' کا ترجمہ ''پوجتے ہو'' کیا ہے، حالانکہ سیاق وسباق سے ظاہر ہے کہ درست ترجمہ ''پکارتے ہو'' ہے جیسا کہ سیالوی صاحب نے ''پکارتے ہو'' ترجمہ کیا ہے، چونکہ اس سے آگے والی آیت میں ''دعا'' یا ''التجا'' کے سننے نہ سننے کا تذکرہ ہے اور ''پوجنا'' قابلِ سماعت نہیں ہوتا اِلا یہ کہ ''پوجا'' میں دعا و پکار کو بھی شامل کیا جائے۔ بہرحال ''پوجنا'' ترجمہ کرنا غیر اللہ سے دعائیں مانگنے والوں کی اشد مجبوری ہے، وگرنہ اپنے قول وفعل کا دفاع مشکل ہو جاتا ہے۔

حافظ زبیر علیزئی رحمہ اللہ

انوار السنن فی تحقیقِ آثار السنن

(۲۲)

۲۵۹) وَ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم : ((**لَا يَغُرَّنَّكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ فَإِنَّ فِيْ بَصَرِهٖ شَيْئًا** .)) رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ . وَ إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

اورانس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمھیں بلال (رضی اللہ عنہ) کی اذان دھوکے میں نہ ڈال دے، کیونکہ اُن کی نظر میں کوئی چیز، یعنی کمزوری ہے۔''

اسے طحاوی (۱/۱۴۰) نے روایت کیا ہے اوراس کی سند صحیح ہے۔

انوارالسنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس کے ضعیف ہونے کی دو بڑی دلیلیں ہیں:

اول: قتادہ مدلس ہیں۔ دیکھئے الفتح المبین (ص ۱۱۱) اور یہ روایت عن سے ہے۔

دوم: سعید بن ابی عروبہ مدلس ہیں۔ دیکھئے الفتح المبین (ص ٦٦)

انھیں نیموی صاحب نے بذاتِ خود و بقلم خود کثیر التدلیس قرار دیا ہے۔ دیکھئے التعلیق الحسن (ص ۲۸۹ تحت ح ۵۵۰) اور یہ روایت بھی عن سے ہے۔

۲۶۰) وَ عَنْ شَيْبَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ تَسَحَّرْتُ ثُمَّ أَتَيْتُ الْمَسْجِدَ فَاسْتَنَدْتُّ إِلٰى حُجْرَةِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَرَأَيْتُهُ يَتَسَحَّرُ فَقَالَ: ((**أَبُوْ يَحْيٰى؟**)) قُلْتُ: نَعَمْ قَالَ: ((**هَلُمَّ إِلَى الْغَدَاءِ**)) قُلْتُ: إِنِّيْ أُرِيْدُ الصِّيَامَ قَالَ: ((**وَ أَنَا أُرِيْدُ الصِّيَامَ وَلٰكِنْ مُؤَذِّنُنَا هٰذَا فِيْ بَصَرِهٖ سُوْءٌ أَوْ قَالَ شَيْءٌ وَّ إِنَّهٗ أَذَّنَ قَبْلَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ**)) ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَحَرُمَ الطَّعَامُ وَ كَانَ لَا يُؤَذِّنُ حَتّٰى يُصْبِحَ . رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَ قَالَ الْحَافِظُ فِى الدِّرَايَةِ إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

اورشیبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سحری کھائی، پھر مسجد آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے کے ساتھ پیٹھ لگالی، پھر میں نے آپ کو سحری کھاتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: ''ابو یحییٰ

ہے!''میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''آؤ صبح کے کھانے کے لئے۔''میں نے کہا: میرا روزے کا ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا: ''میرا بھی روزے کا ارادہ ہے، لیکن ہمارے اس مؤذن کی نظر میں کوئی چیز یا کمزوری ہے اور اس نے طلوعِ فجر سے پہلے اذان دے دی ہے۔'' پھر آپ مسجد تشریف لائے تو کھانا (پینا) حرام ہو گیا اور آپ صبح ہونے سے پہلے اذان نہیں دیتے تھے۔

اسے طبرانی (المعجم الکبیر ۷/۳۱۲ ح ۷۲۲۸) نے روایت کیا ہے اور حافظ (ابن حجر) نے الدرایہ (۱/۱۲۰) میں کہا: اس کی سند صحیح ہے۔

انوار السنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

یہ روایت نصب الرایہ (۱/ ۲۸۹) اور مجمع الزوائد (۳/۱۵۳) میں بھی ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا اسے صحیح کہنا عجیب ہے، کیونکہ اس میں اشعث بن سوار اور قیس بن الربیع دونوں ضعیف راوی ہیں۔

۲۶۱) وَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ أَبِي رَوَادٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ أَنَّ بِلَالًا أَذَّنَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: ((**مَا حَمَلَكَ عَلٰى ذٰلِكَ.**)) فَقَالَ: اسْتَيْقَظْتُ وَ أَنَا وَ سْنَانُ فَظَنَنْتُ أَنَّ الْفَجْرَ طَلَعَ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ يُّنَادِيَ بِالْمَدِيْنَةِ ثَلٰثًا أَنَّ الْعَبْدَ قَدْ نَامَ ثُمَّ أَقْعَدَهُ إِلٰى جَنْبِهٖ حَتّٰى طَلَعَ الْفَجْرُ . رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

اور عبدالعزیز بن ابی رواد سے روایت ہے، وہ نافع سے وہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک بلال (رضی اللہ عنہ) نے فجر سے پہلے اذان کہی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''تم نے یہ کام کیوں کیا ہے؟'' انھوں نے جواب دیا: میں نیند سے بیدار ہوا تو مجھے اُونگھ آئی ہوئی تھی، لہٰذا میں سمجھا کہ فجر ہو چکی ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ وہ مدینے میں تین دفعہ (بلند آواز سے) منادی کریں: بے شک بندہ سو گیا تھا۔

اسے بیہقی (۱/۳۸۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

۲۶۲) وَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ أَنَّ بِلَالاً أَذَّنَ لَيْلَةً بِسَوَادٍ فَأَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى مَقَامِهِ فَيُنَادِيْ أَنَّ الْعَبْدَ نَامَ فَرَجَعَ . رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَ قَالَ فِي الْإِمَامِ هُوَ مُرْسَلٌ جَيِّدٌ لَيْسَ فِيْ رِجَالِهِ مَطْعُوْنٌ فِيْهِ .

اور حمید بن ہلال (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت ہے کہ بے شک بلال (رضی اللہ عنہ) نے ایک رات اندھیرے میں اذان دے دی تو نبی ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ وہ اپنی جگہ واپس جائیں، پھر منادی کریں کہ بندہ سو گیا تھا، تو وہ لوٹ گئے۔

اسے دارقطنی (۱/۲۴۴ ح ۹۴۶) نے روایت کیا ہے اور (ابن دقیق العید نے اپنی کتاب) الامام میں کہا: یہ اچھی مرسل ہے، اس کے راویوں میں کوئی بھی مطعون نہیں ہے۔

انوار السنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

حمید بن ہلال نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا، لہٰذا یہ منقطع روایت مردود ہے اور ابن دقیق العید المالکی کا اسے اچھی مرسل، یعنی اچھی ضعیف روایت قرار دینا چنداں مفید نہیں ہے۔

۲۶۳) وَ عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ قَالَتْ: كَانَ بَيْتِيْ مِنْ أَطْوَلِ بَيْتٍ حَوْلَ الْمَسْجِدِ فَكَانَ بِلَالٌ يَأْتِيْ بِسَحَرٍ فَيَجْلِسُ عَلَيْهِ يَنْظُرُ إِلَى الْفَجْرِ فَإِذَا رَآهُ أَذَّنَ . رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَ قَالَ الْحَافِظُ فِي الدِّرَايَةِ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

اور بنو النجار کی ایک عورت سے (عن کے ساتھ) روایت ہے کہ مسجد (نبوی) کے پاس میرا گھر سب سے لمبا گھر تھا، پھر سحری کے وقت بلال (رضی اللہ عنہ) آتے تو اس (کی چھت) پر بیٹھ جاتے اور طلوعِ فجر دیکھتے رہتے، پھر جب اسے دیکھ لیتے تو اذان کہتے تھے۔

اسے ابوداود (۵۱۹) نے روایت کیا ہے اور حافظ (ابن حجر) نے الدرایہ (۱/۱۲۰) میں کہا: اس کی سند حسن ہے۔

انوار السنن: حسن ہے۔

اس روایت کا دارومدار محمد بن اسحاق بن یسار امام المغازی پر ہے اور انھوں نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔ دیکھئے سیرت ابن ہشام (بتحقیقی ۲/۱۵۶)

تنبیہ: نیموی صاحب نے یہاں ایک تابعی کی نامعلوم صحابی سے معنعن روایت کو بطورِ حجت پیش کیا ہے اور حافظ ابن حجر سے اس حدیث کے بارے میں ''اسنادہ حسن'' نقل کر کے سکوت فرمایا ہے جو اس کی دلیل ہے کہ یہ حدیث نیموی صاحب کے نزدیک بھی حسن ہے، جبکہ اسی کتاب میں وہ ایک جلیل القدر تابعی محمد بن ابی عائشہ کی ایک صحابی سے معنعن روایت کو ''واسنادہ ضعیف'' کہتے ہیں اور عجیب وغریب فلسفہ بگھارنے کی کوشش کرتے ہیں کہ تابعی نے جو مدلس نہیں ہیں اپنے سماع کی تصریح نہیں کی۔!

دیکھئے آثار السنن (۳۵۶) مع التعلیق الحسن (ص ۱۶۸) اس دوغلی پالیسی کا آخر مقصد کیا ہے؟

اس حسن حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ روزانہ اذان سے پہلے کچھ کلمات کہتے تھے، اس سے بعض اہل بدعت یہ استدلال کرتے ہیں کہ اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھنا جائز ہے، حالانکہ کتاب وسنت سے استدلال کے لئے سلف صالحین کے فہم کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہے، اگر اس حدیث کا یہ مطلب ہوتا تو سلف صالحین میں سے کوئی تو اس کا قائل یا فاعل ہوتا۔!!

۲۶۴) وَعَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ بِالْفَجْرِ قَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ وَ حَرَّمَ الطَّعَامَ وَ كَانَ لَا يُؤَذِّنُ حَتَّى يُصْبِحَ . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَ الْبَيْهَقِيُّ وَ إِسْنَادُهُ جَيِّدٌ .

اور حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب مؤذن فجر کی اذان دیتا تو رسول اللہ ﷺ صبح کی دو رکعتیں (سنتیں) پڑھتے تھے، پھر مسجد تشریف لے جاتے اور (روزے کی بنا پر) کھانے (پینے) سے منع کر دیتے تھے اور (مؤذن) صبح سے پہلے اذان نہیں دیتے تھے۔

اسے طحاوی (۱/۱۴۰) اور بیہقی (لم أجده و نقله عند ابن التركماني في الجوهر النقي ۱/ ۳۸۴، نصب الراية ۱/ ۲۸۴) اور اس کی سند اچھی ہے۔

انوار السنن: اس کی سند حسن ہے۔

۲٦٥) وَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: مَا كَانُوْا يُوَذِّنُوْنَ حَتَّى يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ أَخْرَجَهُ أَبُوْبَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ فِيْ مُصَنَّفِهِ وَ أَبُو الشَّيْخِ فِيْ كِتَابِ الْأَذَانِ وَ إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ لوگ اس وقت تک اذان نہیں دیتے تھے جب تک فجر (صحیح طور پر) طلوع نہیں ہو جاتی تھی۔

اسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے مصنف (۳۱۴/۱) اور ابوالشیخ (الاصبہانی) نے کتاب الاذان (؟ نصب الرایہ ۲۸۵/۱ ببعض سندہ، الدرایہ ۲۸۴/۱) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

انوارالسنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس میں ابواسحاق السبیعی مدلس ہیں۔ (تقدم: ۹۹) اور یہ روایت معنعن ہے۔

۲٦٦) وَ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ مُّؤَذِّنٍ لِّعُمَرَ رضی اللہ عنہ يُقَالُ لَهُ مَسْرُوْحٌ أَذَّنَ قَبْلَ الصُّبْحِ فَأَمَرَهُ عُمَرُ أَنْ يَّرْجِعَ فَيُنَادِيْ . رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَ الدَّارَقُطْنِيُّ وَ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

قَالَ النِّيْمَوِيُّ ثَبَتَ بِهٰذِهِ الْاَخْبَارِ أَنَّ صَلٰوةَ الْفَجْرِ لَا يُؤَذَّنُ لَهَا إِلَّا بَعْدَ دُخُوْلِ وَقْتِهَا وَ أَمَّا أَذَانُ بِلَالٍ رضی اللہ عنہ قَبْلَ طُلُوْعِهٖ فَإِنَّمَا كَانَ فِيْ رَمَضَانَ لِيَنْتَبِهَ النَّائِمُ وَ لِيَرْجِعَ الْقَائِمُ لَا لِلصَّلٰوةِ وَ أَمَّا فِيْ غَيْرِ رَمَضَانَ فَكَانَ ذٰلِكَ خَطَاءً مِّنْهُ لِظَنِّهٖ أَنَّ الْفَجْرَ قَدْ طَلَعَ ، وَ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

اور نافع (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ کے مؤذن مسروح روایت کرتے ہیں کہ اس نے صبح سے پہلے اذان کہی تو عمر رضی اللہ عنہ نے اسے حکم دیا کہ واپس چلا جائے، پھر اذان دے۔

اسے ابوداود (۵۳۲) اور دارقطنی (۲۴۴/۱ ح ۹۴۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

نیموی نے کہا: ان احادیث سے ثابت ہوا کہ نمازِ فجر کے لئے اذان فجر کا وقت داخل

ہونے کے بعد ہی کہنی چاہیے اور رہی بلال رضی اللہ عنہ کی طلوعِ فجر سے پہلے اذان تو یہ رمضان میں ہوتی تھی تاکہ سونے والا متنبہ ہو جائے اور قیام کرنے والا (سحری کے لئے) لوٹ جائے، یہ نماز کے لئے اذان نہیں تھی اور غیر رمضان میں انھوں نے غلطی سے اذان دے دی تھی، وہ یہ سمجھے تھے کہ فجر طلوع ہو چکی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

انوار السنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

مسروح مجہول الحال ہے اور مجہول الحال راوی کی روایت ضعیف ہوتی ہے، اِلا یہ کہ اس کی توثیق معتبر ذریعے سے یا کم از کم دو محدثین (اگرچہ ان پر متساہل ہونے کا بھی الزام ہو) سے ثابت ہو جائے تو پھر حسن ہو جاتی ہے۔ صرف ایک متساہل کی توثیق سے جہالتِ حال ختم نہیں ہوتی بلکہ مجہول الحال ہی رہتا ہے۔

یہ مسئلہ صحیح ہے کہ فجر کی اذان فجر کے طلوع ہونے کے بعد ہی کہنی چاہیے، لیکن رمضان میں سحری و تہجد والی اذان اس کے علاوہ ہے اور اسے رات کی اذان کہتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ أَذَانِ الْمُسَافِرِ

مسافر کی اذان کے بارے میں باب

۲۶۷) عَنْ مَّالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ رضی اللہ عنہ قَالَ أَتَى رَجُلَانِ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يُرِيْدَانِ السَّفَرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم : **((إِذَا أَنْتُمَا خَرَجْتُمَا فَأَذِّنَا ثُمَّ أَقِيْمَا ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا.))** رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو آدمی آئے جو سفر پر جانا چاہتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم سفر کے لئے نکلو تو (سفر میں) اذان کہنا، پھر اقامت کہنا، پھر تم دونوں میں سے جو عمر میں بڑا ہے وہ امامت کرائے۔''

اسے شیخین (بخاری: ۶۲۸، مسلم: ۶۷۴) نے روایت کیا ہے۔

بَابُ مَاجَآءَ فِيْ جَوَازِ تَرْكِ الْأَذَانِ لِمَنْ صَلَّى فِيْ بَيْتِهٖ

جو شخص گھر میں نماز پڑھے تو اس کے لئے اذان نہ دینے کے جواز کا بیان

۲۶۸) عَنِ الْأَسْوَدِ وَ عَلْقَمَةَ قَالَا أَتَيْنَا عَبْدَ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ فِيْ دَارِهٖ فَقَالَ أَصَلّٰى هٰؤُلَاءِ خَلْفَكُمْ قُلْنَا لَا قَالَ قُوْمُوْا فَصَلُّوْا وَ لَمْ يَأْمُرْ بِأَذَانٍ وَّ لَا إِقَامَةٍ .
رَّوَاهُ ابْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَ مُسْلِمٌ وَّ اٰخَرُوْنَ .

اسود (بن یزید) اور علقمہ (بن قیس رحمۃ اللہ علیہما) دونوں سے روایت ہے کہ ہم (کچھ ساتھیوں کے ساتھ) عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ کے پاس اُن کے گھر میں آئے تو انھوں نے فرمایا: کیا اُنھوں نے تمھارے پیچھے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے کہا: نہیں، انھوں نے فرمایا: اٹھو اور نماز پڑھو، اور اذان و اقامت کا حکم نہیں دیا۔ اسے ابن ابی شیبہ (۱/ ۲۲۰) صحیح مسلم (۵۳۴) اور دوسروں نے روایت کیا ہے۔

بَابُ اِسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ

(نماز میں) قبلہ رُخ ہونے کا باب

۲۶۹) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُصَلِّيْ وَهُوَ بِمَكَّةَ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَ الْكَعْبَةُ بَيْنَ يَدَيْهِ . رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ أَبُوْ دَاوُدَ وَ إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے اور کعبہ آپ کے سامنے ہوتا تھا۔

اسے احمد (۱/ ۳۲۵) اور ابو داود (؟ ناسخ منسوخ والی کتاب میں، دیکھئے درمنثور ۱۴۲/۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

انوار السنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس میں اعمش راوی مدلس ہیں، (تقدم: ۴۲) اور یہ روایت عن سے ہے۔

۲۷۰) وَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ بَيْنَا النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِي صَلٰوةِ الصُّبْحِ إِذْ جَاءَ هُمْ اٰتٍ فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْاٰنٌ وَّ قَدْ أُمِرَ أَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبَلُوْهَا وَ كَانَتْ وُجُوْهُهُمْ إِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا إِلَى الْكَعْبَةِ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ قبا میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک آنے والے (شخص) نے آکر کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آج رات قرآن نازل ہوا ہے اور کعبے کی طرف رُخ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، پھر سب نے کعبے کی طرف رخ کر لیا، حالانکہ اُن کے چہرے شام کی طرف تھے، پھر کعبے کی طرف پھیر لیے۔

اسے شیخین (بخاری: ۴۰۳، مسلم: ۵۲۶) نے روایت کیا ہے۔

انوار السنن:

۱: ثقہ راوی کی خبر واحد حجت ہے چاہے عقیدے کا مسئلہ ہو یا احکام وغیرہ کا اور خبر واحد صحیح کو ظنی کہنا باطل ہے۔

۲: حکم آنے کے باوجود لوگوں کا بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کہ اگر مسئلہ معلوم نہ ہو تو آدمی مستثنیٰ ہے۔

۳: یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر آدمی کو ہر وقت ہر مسئلے کا علم ہو۔

۴: اللہ اور رسول کے حکم پر عمل کے لئے ہر وقت خلوصِ دل سے تیار رہنا چاہیے۔

۵: مسلمانوں کے لئے نماز میں پہلا قبلہ بیت المقدس تھا جو بعد میں بیت اللہ ہو جانے کی بنا پر منسوخ ہو گیا۔

۶: دینی احکام کے لئے نماز میں ناسخ و منسوخ کا مسئلہ دورِ نبوت سے ہے۔

۷: علم چھپانا نہیں بلکہ عام کرنا چاہیے۔

۸: اگر کتاب و سنت کے خلاف کوئی کام دیکھے تو اپنی زبان یا ہاتھ کے ساتھ اس کی اصلاح کی کوشش کرے۔

۹: یہ دو قبلوں والی مسجد اب بھی مدینہ میں مسجد القبلتین کے نام سے معروف و موجود ہے۔

۱۰: نماز میں قبلہ رُخ ہونا ضروری ہے۔